روزے اور قرآن کی شفاعت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرَانُ يَشفَعَان لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُه الطَّعامَ وَالشَّهوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ . رواه البيهقى فى شعب الايمان .

’’عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزے اور قرآن بندے کے لیے سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے، اے ربّ میں نے اسے دن کو کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے رکھا۔ پس میری سفارش کو (اس کے حق میں) قبول فرما۔ قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے باز رکھا۔ پس میری سفارش قبول فرما۔ ان دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔‘‘

شرح عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں: خوب یاد رکھو! علماء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ایسا امام جس کی کوئی بدعت یا گناہ معلوم نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، نماز پڑھنے کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں کہ مقتدی امام کا عقیدہ معلوم کرے یا اس کا امتحان لے کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ بلکہ جس کے حالات کا علم نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، اگر چہ ایسا بدعتی ہو جو اپنی بدعت کا داعی ہے ہو یا ایسا گناہگار جس کا گناہ واضح ہے، اور وہ مستقل امام ہے کیوں کہ بہرحال اسی کے پیچھے نماز پڑھنی ہے جیسے جمعہ، عیدین یا حج وغیرہ کا امام ہوتا ہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، یہی عام سلف صالحین اور بعد کے علماء کی رائے ہے۔ جس نے گناہگار امام کے پیچھے جمعہ چھوڑا وہ اکثر علماء کی رائے کے مطابق بدعتی ہے۔ ایسے ائمہ کے پیچھے صحابہ کرام جمعہ اور با جماعت نماز پڑھتے تھے اور دہراتے نہ تھے، مثلاً: عبداللہ بن عمر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما حجاج بن یوسف کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ [شرح عقیدہ طحاویہ: ۳۷۴]

شــــرح : امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بات خارجیوں کا رد کرتے ہوئے کہی، کیوں کہ خارجی حکام کے خلاف خروج کرتے تھے، اسی طرح یہ معتزلہ کا بھی رد ہے، وہ بھی حکمرانوں کے خلاف خروج جائز سمجھتے اور اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شمار کرتے تھے۔

حکمران اسے کہتے ہیں جو پورا حاکم ہو اور امت اسلامیہ کا حکمران بن جائے، یہ کسی سابقہ حاکم کی تعیین سے برسر اقتدار آئے یا قوت کے ذریعے یہ حکومت چھین کر اس پر قابض ہو جائے، جب حکومت پوری طرح قائم ہو جائے تو بلا شبہ ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے نیز ان کے خلاف خروج حرام ہے۔ اس لیے کہ حکام کے خلاف خروج کرنا بھی فتنہ پیدا کرنے اور مسلمانوں کو تکلیف میں مبتلا کرنے کا باعث ہے، اس سے کتنے لوگ قتل ہوئے! کتنے جیلوں میں گئے! اسی طرح بے شمار مسلمان عوام اور علماء کو تکلیفیں پہنچیں!

لہٰذا اہل السنۃ کہتے ہیں: حکام وقت کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''میں تمہیں (ان حکام کی بات) سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ تم پر حبشی غلام امیر بنا دیا جائے، اس کے کان کٹے ہوئے اور سر منقہ جیسا ہو۔'' [صحیح مسلم: ۱۲۹۸]

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم فرمایا ہے، البتہ نافرمانی کی صورت میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں نہ ہوگی۔''

[مسند احمد جلد ا ص: ۱۳۱، ابن ابی شیبہ، ۱۲/ ۵۴۶۔ تاریخ بغداد للخطیب: ۳/ ۱۴۵۔ درمنثور للسیوطی: ۲/ ۱۷۷]

لیکن اس بنا پر حکام کے خلاف تلوار لے کر نکلنا نیز ان سے اطاعت کا ہاتھ کھینچنا جائز نہیں۔

فہرست

الطاف ''بھائی'' کی گل افشانی گفتار

اداریہ ملک عصمت اللہ

ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین نے ۲۲ اگست بروز اتوار لال قلعہ گراؤنڈ کراچی میں ایم کیوایم کے جنرل ورکرز کے اجلاس سے ٹیلی فون پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو اس وقت کرپٹ جاگیرداروں وڈیروں اور سرداروں سے نجات کے لیے انقلاب فرانس کے طرز کے انقلاب کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا: فوج کے محبّ وطن جرنیل اور آئی ایس آئی غداراان ڈاکوؤں اور لٹیرے جاگیرداوں اور وڈیروں کا ساتھ دینا بند کردیں۔اگر محبّ وطن جرنیل اس ظالمانہ جاگیردارانہ نظام کے خاتمہ اور کرپٹ سیاست دانوں سے نجات دلانے کے لیے مارشل لاءطرز کا کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو ہم ان کا ساتھ دیں گے۔انہوں نے امریکہ کی دوہری پالیسیوں پر شدید تنقید کرتے ہوئے امریکہ کے صدر بارک اوباما اور امریکی حکام سے کہا کہ وہ پاکستان کے بارے میں اپنی ماضی کی پالیسیوں کو تبدیل کریں اور کرپٹ جرنیلوں اور لٹیرے جاگیرداروں کا ساتھ دینے کے بجائے عوام کا ساتھ دیں۔انہوں نے اپنے خطاب میں مزید کہا: ۶۳ برسوں کے دوران غریب متوسط طبقے کے ایمان دار لوگوں کو حق حکمرانی نہیں دیا گیا اور بڑے بڑے جاگیردار اور وڈیرے میوزیکل چیئر کے کھیل کی طرح اقتدار پر قابض ہوتے رہے۔ملک دونوں ہاتھوں سے لوٹا جاتا رہا۔ہمارے ارباب اقتدار اور اسٹیبلشمنٹ یہ سب کچھ دیکھتی رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ جب ۲۰۰۵ء میں تاریخ کا بدترین زلزلہ آیا تو اس وقت ہیلی کاپٹرز کا رونا رویا جاتا تھا۔آخر اس وقت پاکستان کو اربوں کھربوں کی جو غیرملکی امداد ملی تھی وہ کہاں گئی؟ اس امداد سے قدرتی آسمانی آفات اور حادثات سے نمٹنے کے لیے آلات،حفاظتی مشینیں،ہیلی کاپٹرز اور امدادی سامان کیوں نہ خریدا گیا؟ ڈیزاسٹر مینجمنٹ سیل کیوں قائم نہیں کیا گیا؟

الطاف بھائی کے اس بیان سے پاکستان کی سیاسی فضا میں ردّعمل کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے جس کے ارتعاش سے اٹھنے والی بلند وبالا لہریں عوام کے سروں سے ٹکرانے لگی ہیں۔الطاف صاحب نے یہ بیان اپنے سامنے جم غفیر دیکھتے ہوئے ترنگ میں آکر دیا یا کہ یہ ان کے سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ تھا۔یہ نیتوں کا معاملہ ہے اور نیتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس لیے ہم اس کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

البتہ اس کے ظاہر سے مترشح ہوتا ہے کہ اس بیان نے پاکستان کی سیاست پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑا۔اس بیان پر ہفتہ عشرہ گزرنے کے باوجود ایم کیوایم کے دیگر قائدین الطاف بھائی کے اس بیان کی توجیہات بیان کرنے اور اس کی صفائیاں پیش کرنے میں مصروف ہیں۔لیکن وہ بات کیا بنے جو بنائے نہ بنے۔

اگر یہ بیان کسی حکومت مخالف سیاسی لیڈر جو اقتدار میں شامل نہ ہوتا، نے دیا ہوتا تو شاید اسے اتنی اہمیت نہ دی جاتی لیکن یہ بیان اس جماعت کے لیڈر کی طرف سے آیا جو نہ صرف شریک اقتدار ہے بلکہ حکومت کی اتحادی جماعتوں میں شامل ہے۔اس لیے اسے نظرانداز کرنا مشکل ہورہا ہے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ الطاف بھائی کا یہ بیان حکومت کی اندرونی کمزوریوں اور ملک میں مسلط نظام کی خرابیوں کا عکاس ہے جس کے یہ خود بھی اتنے ہی ذمہ دار ہیں جتنا کہ دوسرے۔اس لیے ہم ان کی اس چیخ وپکار کا سبب سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جہاں تک ان کے بیان کے اس حصے کا تعلق ہے کہ ملک میں چوروں،لٹیروں،وڈیروں اور جاگیرداروں کا ظالمانہ جاگیردارانہ نظام مسلط ہے اور اس سے عوام کو نجات ملنی چاہیے۔اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔اقتدار چند خاندانوں کی وراثت بن کر رہ گیا ہے۔حکومت اور اقتدار کے ایوانوں میں سجاوٹی قطعات (Decoration Pieces) کی طرح داخل افراد جو ہرنئی حکومت میں اسی خاندان کے بدلتے ہوئے چہرے ہوتے ہیں،کا جائزہ لیا جائے تو چند افراد کے سوا باقی تمام کے تمام موروثیت کے حامل ہیں۔پہلے دادا اسمبلیوں کا ممبر تھا،بعد میں بیٹا بنا اور اب پوتے اقتدار کو وراثت جانتے ہوئے اس پر براجمان ہیں۔ان وڈیروں اور جاگیرداروں کی موجودگی میں متوسط اور غریب طبقے کے کسی فرد کا اقتدار میں آنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔انتخابات دولت کا کھیل بن چکے

ہیں۔سیاسی پارٹیوں کی قیادت موروثی بن چکی ہے۔بلاشبہ یہ نظام کسی طور درست نہیں۔اس کی اصلاح ہونی چاہیےاورضرور ہونی چاہیےلیکن اس کی اصلاح کے لیے مارشل لاءکوآواز دینے کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔ملک اس سے پہلے چار پانچ مارشل لاء بھگت چکا ہے۔ان مارشل لاؤں سے ملک کو کیا ملا؟عوام کی کون سی سنورسنوری،انہوں نے کون سی اصلاح کی؟بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی ملک میں مارشل لاءلگاملک ہراعتبار سے برسوں پیچھے چلا گیا۔اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم نااہل اور بددیانت حکمرانوں کی حمایت کررہے ہیں۔الاعتصام کا ریکارڈ گواہ ہے کہ ہم نے نااہل اور بددیانت حکمرانوں کو ہمیشہ نشانے پر رکھا ہے۔

جہاں تک بیان کے دوسرے حصے کا تعلق ہے باوجود کوشش کے سمجھ نہیں پائے۔مثلاً انہوں نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''محبّ وطن جرنیل اور آئی ایس آئی غداران ڈاکوؤں اورلٹیرے جاگیرداروں اوروڈیروں کا ساتھ دینا بند کردیں۔''

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ محبّ وطن جرنیل اور آئی ایس آئی اس وقت ڈاکوؤں، جاگیرداروں اور وڈیروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔یہ بات عقل وفہم سے بالاتر ہے کہ ڈاکوؤں،لٹیروں، جاگیرداروں کا ساتھ دینے والے جرنیل محبّ وطن کیسے ہوئے؟اوراگر یہ''محبّ وطن'' جرنیل اقتدار میں آ گئے تو وہ اس ظالمانہ نظام کا خاتمہ کیسے کرسکیں گےاور کرپٹ سیاست دانوں سے نجات کیسے دلاسکیں گے؟اوراگر کرپٹ سیاست دان چلے بھی گئے تو ان کی جگہ وہ خود لے لیں گےاور پھر وہی گل کھلائیں گے جوان کے پیش روکھلاتے رہے کہ جن کی ''بوسے''پورے وطن سے اب تک بھبکے اٹھ رہے ہیں۔

یہاں یہ سوال بھی ہے کہ محبّ وطن جرنیلوں کی حب الوطنی ناپنے کا پیمانہ کیا ہوگا اوران کی حب الوطنی کا فیصلہ کون کرے گا؟ تاکہ وہ کرپشن اورلوٹ مار کے خلاف مارشل لاءکی طرز پر کوئی اقدام کرسکیں۔

انہوں نے اپنی تقریر میں امریکہ کی دوہری پالیسی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔الطاف بھائی اورامریکہ پر تنقید؟

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہوشراب میں　　　　مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام

اس تنقید پر حیرت واستعجاب کے مرغولے میں ہم الجھے ہوئے ہیں۔کیا امریکہ نے الطاف حسین سے واقعتاً آنکھیں پھیر لی ہیں؟ایسا ہونا دوراز قیاس تو نہیں کیوں کہ بےوفائی اورطوطاچشمی امریکہ کی سرشت میں شامل ہے،یا کسی نئے پینترے کے لیے یہ نئی راگنی شروع کی گئی ہے۔

الطاف حسین نے اپنے اتحادی حکمرانوں سے یہ سوال بھی کیا ہے کہ ۲۰۰۵ء میں زلزلے کے باعث ملنے والی امداد کہاں گئی؟ حکومت کے ایک اتحادی کا یہ سوال حکومت پر بداعتمادی کی انتہا ہے کیوں کہ حکومت میں شریک ہونے کی وجہ سے انہیں اندر کی صورت حال کا زیادہ علم ہوگا۔ہوسکتا ہے کہ ایم کیوایم نے حکومت کی اصلاح کی کوشش کی ہولیکن حکومت کی اصلاح سے مایوس ہوکرا سے ایسا سوال اربابِ اختیار سے کرنا پڑا ہو یا اسے کمائے ہوئے مال میں سے حصہ نہ ملا ہوجس سے مایوس ہوکرایسا بیان دینا پڑا،یا پھر کراچی کے ٹارگٹ کلنگ سے توجہ ہٹانے کی کوشش ہو یا اس کے انجام سے بچنے کی تدبیر ہو؟ یہ سب کچھ اس لیے ہوسکتا ہے کہ ممکنات کی دنیا بہت وسیع ہے۔ہاں حصہ رسدی میں کوتاہی کی وجہ زیادہ قرین قیاس ہوسکتی ہے کیوں کہ ایم کیوایم کا اپنا دامن بھی تو بھتہ خوری اور بلیک میلنگ کے سے آلودہ ہےاور پھرلوگ الطاف حسین سے یہ سوال بھی پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ الطاف حسین ایک عرصے سےلندن میں مقیم ہیں۔وہاں کےاخراجات پورا کرنے کے لیےان کے ذرائع آمدن کیا ہیں؟

ویسے بھی ایم کیوایم کوجمہوری ماحول پسند نہیں آتا کیوں کہ وہ بھی ایک لسانی تصادم کی پیداوار ہےاوراسی ماحول میں وہ پل کر جوان ہوئی ہے۔حد یہ ہے کہ اس کا جماعتی نظام فسطائیت پر مبنی ہے۔کیوں کہ اس جماعت کے اندر جانے کا راستہ تو ہےلیکن باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔اگر کوئی نکلے بھی تو اسے ''بوری بند'' ہوکر نکلنا پڑتا ہے۔اس کے نزدیک آزادی رائے کی کوئی اہمیت نہیں اس لیے اسے جمہوری ماحول راس نہیں آتا۔اگر آئے بھی تو چند دنوں کے لیے۔اس کے بعد وہ پھر مارشل لاءکا راگ الاپنا شروع کردیتی ہے۔

وزیراعظم کے بیان کےمطابق الطاف حسین نے مارشل لاءکی حمایت سے انکار کیا ہے۔اگر واقعتاً ایسا ہے تو ایم کیوایم کا یہ دوسرا یوٹرن ہوگا۔ہماری قیادت جہاں دیگر قائدانہ اوصاف سے عاری ہے وہاں اخلاقی جرأت سے بھی محروم ہے۔کہ وہ بات کہہ کراس پر قائم نہیں رہتی۔بات کہہ کرمکر جانا یا یوٹرن لینا اسے سیاست کا کمال سمجھا جاتا ہےاور یہی ہماری قومی قیادت کا المیہ ہے۔جسے شرعی اورمحاوراتی زبان میں کچھ اور بھی کہا جاسکتا ہے۔

درس قرآن وحدیث

ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ (استاذ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ رمضان المبارک میں اپنے احباب تلامذہ اور نیاز مندوں کے لیے دعوتِ افطار کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ان کی وفات کے بعد دارالدعوۃ کے اراکین ان کی اس روایت کو بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نبھاہ رہے ہیں۔اس رمضان المبارک میں یہ دعوت افطار اسی روایت کا حصہ تھی۔صدر ادارہ مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ کے دستخطوں سے یہ دعوت نامہ جاری کیا گیا تھا۔خطاب کے لیے خاندان لکھویہ کے چشم و چراغ ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ (استاذ پنجاب یونیورسٹی لاہور) کو تکلیف دی گئی۔ماہِ مبارک کے حوالہ سے ان کا خطاب بہت ہی مفید اور نصیحت آموز تھا،اس لیے اس مجلس میں قارئین الاعتصام کو شریک کرنے کے لیے یہ خطاب شائع کیا جارہا ہے اور آخر میں ادارے کا جو ہلکا پھلکا تعارف پیش کیا گیا تھا، وہ بھی قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔(الاعتصام)

الحمد للّٰہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له واشھد ان محمدا عبدہ ورسوله صلی اللہ علیه وآلہ وسلم .

اما بعد! فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخه ونفثه بسم اللہ الرحمن الرحیم .

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾

’’جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ بے شک کان آنکھیں اور دل ہر چیز سے باز پرس ہوگی۔‘‘

اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں ایک دفعہ پھر ہماری زندگیوں میں رمضان جیسا مہینہ دکھایا جو اس تذکیر اور یاددہانی کے لیے آتا ہے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں۔ ہماری یہ زندگیاں اور اس زندگی میں، اللہ کی طرف سے دی گئی ساری صلاحیتیں صرف اور صرف اس لیے ہیں کہ یہ اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کی جائیں۔ایک بھی اللہ کی دی ہوئی صلاحیت پہ ہم اس طرح کا اختیار نہیں رکھتے کہ اس کو جیسے چاہیں استعمال کرتے رہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ **وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون** ﴾

’’تمہیں آنکھ، کان، ناک یہ ساری صلاحیتیں اور دل و دماغ سوچ وعقل اس لیے عطا فرمائی ہے کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔‘‘

شکر کیا ہوتا ہے؟ شکر کی بہترین صورت یہ ہے کہ جو صلاحیت اور جو نعمت اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے عنایت فرمائی ہے اس کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔اللہ نے جس مقصد کے لیے زبان عطا فرمائی ہے اگر زبان کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا تو یہ زبان کا شکر ہوگا۔سماعت اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے عطا فرمائی ہے اگر اسی کے مطابق سماعت کو استعمال کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہوگا۔جو دل و دماغ دیا ہے جو سوچیں عطا فرمائی ہیں اس پر بھی شکر واجب ہے اور وہ شکر کیا ہے کہ دل و دماغ میں سوچ وہ آئے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہو۔اور جو اللہ کے حکم کے خلاف ہے وہ سوچ نہ آئے۔لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو دماغ کے اندر سوچیں آجاتی ہیں خود بخود خیال آجاتے ہیں اس کی تو گرفت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾

تمہیں کس نے کہا ہے کہ دل کے بارے میں پوچھ نہیں ہوگی دل کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

صرف وہ خیالات رسول اللہ ﷺ نے مستثنیٰ فرمائے ہیں جو خود بخود آجاتے ہیں جن کے اوپر انسان کا بس نہیں ہوتا ان پہ اختیار نہیں ہوتا لیکن ہم تو

جن خیالات کی بات کرتے ہیں ان خیالات کوتو ہم خود پال رہے ہوتے ہیں۔خیال دل میں آتا ہے پھراس کو پالنا شروع کرتے ہیں، کیوں؟ ہم اس سوچ سے لذت محسوس کرر ہے ہوتے ہیں۔سماعت کے اندر ہمارے کانوں میں اچانک کوئی بات پڑتی ہے، ہم اس سے لذت محسوس کرتے ہیں، اسی پہ کان دھر دیتے ہیں۔ یہ سماعت اللہ نے خاص مقصد کے لیے عطا فرمائی ہے اور دل ودماغ بھی اللہ نے اسی مقصد کے لیے عطا فرمائے ہیں۔زبان اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے عطا فرمائی ہے کہ جن باتوں پہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم موجود ہے وہ سنو، دیکھو، کرو، چکھو، کھاؤ اور جن کا اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حکم نہیں دیا ان سے بچ جاؤ، ہمیں یہی یاد دہانی کرانے کے لیے رمضان آیا۔

اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا جو بھوک پیاس کو برداشت کرتا ہے، لیکن باقی ساری چیزوں کے بارے میں یہ احساس ہی نہیں رکھتا کہ اللہ نے رمضان بھیجا کیوں تھا؟ روزہ عطا کیوں فرمایا ہے؟ جس کو یہ دھیان نہیں ہوتا فرمایا اس کے روزے کا کوئی فائدہ نہیں۔

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الظَّمَأُ .

بھوک پیاس برداشت کرنے کا نام روزہ نہیں ہے۔روزہ اس بات کا نام ہے کہ میں اللہ کے حکموں کا پابند ہو جاؤں۔اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی میں یہ بات شامل ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص تم سے تلخی کرے اس کے جواب میں تم نے گالی نہیں دینی، کوئی اِدھر اُدھر کی غلط بات، فحش بات نہیں کرنی، تلخی کا جواب تلخی سے دیا جاسکتا ہے لیکن جب روزے کی حالت میں ہو تو تلخی بھی نہیں کرنی، اس لیے نہیں کرنی کہ میں ٹریننگ میں ہوں، کہ اللہ کا حکم جب آ جائے تو مجھے اس وقت بولنا ہے جب اللہ کا حکم نہ ہو تو میں نے نہیں بولنا تو یہ کہہ دینا ہے کہ میں تو روزہ سے ہوں۔فرمایا جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ۔

جو بولے تو اچھا بولے وگرنہ خاموش رہے۔انسان اچھا سوچتا ہے، زبان سے استعمال ہو جاتی ہے، اس کا فرق کہاں پڑتا ہے۔پورا جسم جس سے یہ سارے اعضاء کنٹرول ہو رہے ہیں، جو اللہ کی غلامی کے لیے ہمیں عطا ہوا ہے، ان سب کا مرکز انسان کا دل ہے، فرمایا:

اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةٌ . دل انسانی جسم کے اندر ایک ایسا گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اگر وہ خراب ہو جائے، اس میں خدانا خواستہ خرابی پیدا ہو جائے تو سارا جسم خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے، چناں چہ فرمایا:

اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ گویا پورے جسم کا مرکز دل ہے۔میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ انسانی جسم کا مرکز دماغ ہے اور سارا کنٹرول دماغ سے ہو رہا ہے۔قرآن کہتا ہے دل سے ہو رہا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں دل سے ہو رہا ہے، سائنس کی یہ اپنی تحقیق ہے اللہ کے رسول ﷺ کو وحی کا علم یقینی حاصل ہوا اور یہ یقینی علم ہے۔سائنس کا علم ناقص ہے وہ ایک صدی، دس سال، بیس سال، کچھ دہائیاں گزارے گی وہ اپنی تحقیقات بدل دے گی۔اللہ کا قرآن نہیں بدلے گا۔رسول اللہ کا فرمان نہیں بدلے گا۔

لہٰذا مرکز دل ہے دماغ نہیں، ساری میڈیکل سائنس کہے کہ جسم کا مرکز دماغ ہے ہم پھر بھی کہیں گے کہ مرکز دل ہے، کیوں؟ یہ بات ہمیں اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے معلوم ہوئی۔اب وہ دل جب تک ٹھیک رہے گا تب تک تو معاملات ٹھیک رہیں گے اگر یہ خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو گیا۔سارا جسم خراب ہو گیا تو سمجھو انسان کا انجام تباہ ہو گیا۔یہ جو ساری صلاحیتیں اللہ نے دی ہیں، کانوں میں ہماری سماعت سے کوئی بات ٹکراتی ہے، کوئی چیز ہماری آنکھوں میں آتی ہے، کسی چیز پہ ہم زبان ہلاتے ہیں یہ سارے اعضاء جو کام کر رہے ہوتے ہیں اس کا ڈائریکٹ اثر دل کے اوپر ہوتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صرف زبان ہل رہی ہے، ہم سمجھتے ہیں ہم تو آنکھوں سے کام کر رہے ہیں۔

آپ آنکھ سے بدنظری کریں سماعت سے بدسماعتی کریں یا وہ چیزیں سنیں جن پہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ نہیں سننی، اس کا ڈائریکٹ اثر دل

پہ ہوتا ہے۔زبان ایسی چیزوں کے بارے میں نہ کھولیں جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر نہیں ہے اس کا ڈائریکٹ اثر دل کے اوپر ہوتا ہے۔دل کے اوپر زنگ لگتا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الْقُلُوْبَ لَتَصْدَعُ كَمَا يَصْدَعُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ .

جو دل سارے جسم کا مرکز ہے، جس پر انسان کے پورے انجام کا انحصار ہے، فرمایا اس کے اوپر زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہا پانی میں پڑا رہے تو اس کو زنگ لگ جاتا ہے۔اسی طرح دل کے اوپر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور سب سے زیادہ زنگ کس بات سے لگتا ہے؟ جو ہم گپ شپ کرتے ہیں لذت حاصل کرنے کے لیے، عام طور پر نوجوانوں کے اندر یہ بری عادت پائی جاتی ہے۔گھنٹوں بیٹھے رہیں گے گپ شپ کرنے کے لیے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لا تكثر الكلام بغير ذكر الله . ''جن باتوں میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا وہ باتیں نہ کیا کرو۔''

اللہ کے ذکر کے بغیر گپ شپ نہ کیا کرو، کیوں؟

ان كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب . اللہ کے ذکر کے بغیر گپ شپ دلوں کو سخت کر دیتی ہے۔جس کا دل سخت ہو گیا پھر اس کے اوپر تو نصیحت کا کرنٹ ہی اثر نہیں کرے گا۔اس کے اوپر تو اللہ کے قرآن کی آیتوں کا اثر ہی نہیں ہو گا۔اس کے اوپر تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان نے اثر ہی نہیں کرنا۔جب اثر نہ ہوا تو کان، ناک، دل تمام صلاحیتیں مجروح ہو گئیں۔ہم اللہ کو قیامت کے دن جواب کیا دیں گے۔

اللہ اکبر! فرمایا: نصیحت کا کرنٹ ہی پاس نہیں ہوتا۔جب بجلی کی تار کو زنگ لگ جائے، چاہے سپارکنگ سے لگے یا پانی کی وجہ سے لگ جائے، تو پھر الیکٹریشن آ کے بتاتا ہے کہ یہ تار خراب ہو گئی ہے اب یہ تار بدلنی پڑے گی، کیوں؟ اس میں سے کرنٹ پاس نہیں ہوتا۔اس میں زنگ لگ گیا ہے۔پلگ کے اندر شوا گر لگائیں اور وہ تھوڑا سا ڈھیلا ہو، تھوڑی بہت سپارکنگ ہوتے ہوتے اس کے اوپر زنگ لگ جائے تو کہتے ہیں شو تبدیل کرنا پڑے گا۔

اب شو تو تبدیل ہو جاتا ہے، تار تو تبدیل ہو جاتی ہے، بجلی کا کرنٹ پاس کرنے کے لیے دل کیسے تبدیل ہو؟ دل تو وہی ہے جو اللہ نے ایک عنایت فرمایا، وہ نہیں تبدیل ہوتا۔صحابہ کرام پریشان ہو گئے، اے اللہ کے رسول اگر اس کو زنگ لگ گیا تو پھر ہم اس کو کیسے تبدیل کریں گے۔اے اللہ کے رسول کوئی ایسا منجن بتائیے جس سے دل صاف ہو جائے۔صحابہ نے پوچھا ما جلآء ها يا رسول الله اس کا کوئی منجن بھی ہے، فرمایا: ہاں ہے۔

كثرة ذكر الموت وتلاوة القرآن .

اس کا منجن یہ ہے کہ اپنی موت کو یاد کیا کرو۔یعنی موت کو ابھی بیٹھے بیٹھے اگر تصور یقین کی حد تک بدل جائے کہ ہماری موت آنے والی ہے۔ہمیں اگر واقعی یقین آ جائے کہ موت کسی بھی لمحے آ سکتی ہے تو پھر انسان موت کو بھول نہیں سکتا موت کو نہیں بھولے گا تو دل زنگ آلود ہو نہیں سکتا۔تو دل زنگ آلود اسی لیے ہے کہ ہمیں موت یاد نہیں اپنی موت یاد کریں اپنے آپ کو تصور کریں کہ آپ قبر کے اندر پڑے ہوئے ہیں۔ابھی کسی بھی وقت آپ کا جنازہ قبر کی طرف جا رہا ہو گا لوگ آپ کو وہاں پر دفنا کے واپس آ رہے ہوں گے منکر نکیر آپ سے سوال کر رہے ہوں گے۔

خود موت اتنا بڑا حادثہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے جان نکلنی ہے اور ایک ایک جوڑ کی تکلیف اس طرح ہو گی جیسے تلوار کا وار چلتا ہے۔تین سو ساٹھ تلواریں ہمارے جسموں پہ چلنے والی ہیں اور ہم بے فکر ہیں۔یہ کیسے ہو سکتا ہے! اس کی دراصل ایک ہی وجہ ہے اور ایک ہی سبب ہے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر یقین نہیں۔زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان دار ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

﴿ يايها الذين امنوا امنوا ﴾ ایمان کا دعویٰ کرنے والو واقعتاً ایمان دار بن کے دکھاؤ۔

ایمان دل میں آ جائے تو زندگی بدل جاتی ہے، تڑپ پیدا ہو جاتی ہے، راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں، دل کے اندر ایمان آ جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایمان موجود ہو اور انسان کا طرزِ عمل تبدیل نہ ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

الدنيا سجن المومن وجنة الكافر . مومن اور کافر کا جو لائف سٹائل ہے اس میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔جس کے دل میں

ایمان ہوتا ہے وہ اس کو قید خانہ سمجھ رہا ہوتا ہے اور جس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے یہ سارا کچھ میرا ہمیشگی کا گھر ہے وہ اس کو جنت سمجھ رہا ہوتا ہے جنت کا مطلب ہوتا ہے ہمیشگی کا گھر۔

لہٰذا دل کو اگر زنگ سے بچانا ہے اور رمضان کا درس بھی یہی ہے کہ صرف معدے کا روزہ نہیں سارے جسم کا روزہ ہے۔ سارا جسم اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں آ جائے۔ لیکن ہم تو زبان کو کنٹرول نہیں کر سکتے، اللہ نے فرمایا: لا یغتب بعضکم بعضا کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

غیبت کیا ہوتی ہے؟ کہتے ہیں ہم تو سچی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ اکبر! سن لیجیے میں مختصر اعرض کروں سچی بات کسی کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں کی جائے تو وہ غیبت ہے اور اگر سچی بات منہ پہ کی، اللہ اکبر! یہ طعنہ ہے۔ ﴿ **ویل لکل ھمزۃ لمزۃ** ﴾

طعنہ دینے والا جہنم میں جائے گا۔ غیبت کرنے والے کے بارے میں فرمایا: ﴿ **ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا** ﴾ کیا کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ ﴿ **فکرھتموہ واتقوا اللہ** ﴾ تو پھر ڈر جاؤ، اللہ سے پھر کیوں کرتے ہو یہ ساری باتیں۔ سچی بات غیر موجودگی میں کی تو غیبت، سچی بات منہ پہ کی تو طعنہ۔

اس لیے فرمایا کہ جس کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان ہے فلیقل خیرا اچھی بات کرے تو کرے او لیصمت یا پھر خاموش ہو جائے۔

اس لیے کہ بات اصل میں کرنے والی ہوتی ہی کوئی نہیں، غیبت نہ غیر موجودگی میں نہ کسی کی موجودگی میں۔ سچی باتیں بھی کرنے سے انسان وہ سارا کچھ گنوا دیتا ہے جو جھوٹی باتیں کرنے سے گنوا دیتا ہے۔ لہٰذا کرنے والی بات ہے ہی کوئی نہیں، کیوں کرنی ہے؟ اللہ کا ذکر کرنا ہو تو زبان کھولو۔ زبان اللہ نے اپنے ذکر کے لیے دی ہے فضول باتوں کے لیے نہیں دی۔ زبان اس وقت کھولے جب اللہ کا ذکر کرنا، ہو کوئی سوال پوچھے اس کا جواب دینا ہو تو بولو یا پھر اس وقت بولو جب سمجھو کہ میں نہ بولا تو نقصان ہوگا وگرنہ بولنے کی ضرورت نہیں۔ چپ کر جاؤ، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ذکر کی توفیق نہیں بھی ملتی تو جس نے خاموشی اختیار کر لی من صمت نجا وہ نجات پا گیا۔

اللہ اکبر! حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں اے اللہ کے رسول ما النجاۃ؟ مجھے بتایئے نجات کس بات میں ہے۔ میں کیسے بچ سکتا ہوں؟ اللہ کے رسول ﷺ تین باتیں فرماتے ہیں۔ فرمایا تیری نجات اس میں ہے:

① ...... علیك لسانك: سب سے پہلی بات اپنی زبان کو روک لے، اس کو لگام دے دو اس سے نجات ملے گی۔

② ...... والیسعك بیتك: تیرا گھر تجھے اپنے اندر سمو لے۔ کیا مطلب؟ فارغ وقت میں اپنے گھر بیٹھے رہا کرو، ڈیروں پہ جا کر گپ شپ نہ کیا کرو۔ نجات باہر ڈیروں میں بیٹھنے سے نہیں ملتی۔ کیوں؟ وہاں تو اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کے بغیر باتیں ہوتی ہیں، وہ باتیں جو دل کو سخت کر دیتی ہیں اور جو دل سخت ہو گیا فرمایا: ان ابعد الناس من اللہ۔ اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ ہے جو قاسیۃ للقلب جس کا دل سخت ہو گیا۔ وہ سب سے بڑا العنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں لہٰذا فرمایا کہ پہلی بات اپنی زبان کو کنٹرول کرو، دوسری یہ کہ گھر میں بیٹھے رہا کرو، اکیلے بیٹھے رہا کرو۔

③ ...... وابك علی خطیئتك: اور اپنے گناہوں پہ رویا کرو۔ یہ تین باتیں کرو گے تو تجھے نجات مل جائے گی۔ اللہ کرے ہمیں بھی یہ توفیق نصیب ہو کہ ہم گھروں میں بیٹھ کے اپنی خطاؤں پہ روئیں ہم سے بڑے بڑے گناہ ہو گئے، اے اللہ ہماری نیکیاں کم ہو رہی ہیں، اے اللہ ہمارے گناہ بڑھ رہے ہیں! یہی یاد دہانی کرانے کے لیے یہ رمضان آیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے سب کچھ بتایا، سارا دین بتا کے فرمایا کہ الا اخبرکم بملاك ذالك كله یہ سارا دین ایک طرف کیا میں اس سارے دین کا بندوبست نہ بتاؤں؟ اس کو کنٹرول کیسے کرو گے، یہ تمہیں نہ بتاؤں؟ تو کہا ضرور بتایئے، فرمایا

اپنی زبان پکڑ کے رکھو کف علیك هذا اپنی زبان کو روک لو حضرت معاذ حیران ہو گئے، اے اللہ کے رسول جو باتیں ہم کرتے ہیں اس میں بھی پکڑے جائیں گے؟ فرمایا ثکلتك امك تیری ماں تجھ کو روئے، تجھے اتنی بات کا نہیں پتہ

هل يكب الناس على مناخرهم الا حصائد السنتهم ۔

جہنم میں اندھا کر کے جو چیز لوگوں کو گرائے گی وہ زبان کی کاٹی ہوئی باتیں ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں زبان، کان، ناک، آنکھ ساری صلاحیتوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اور دل کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے، جس کے اوپر ہماری زندگی کا بھی انحصار ہے اور ہماری آخرت کا بھی انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين .

******

دارالدعوة السّلفيه

ایک اجمالی تعارف

حافظ احمد شاکر

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

حضراتِ گرامی آنے والے احباب کو دارالدعوۃ السّلفیہ کے جملہ اراکین اور الاعتصام کے کارکنان خوش آمدید کہتے ہیں اور شکر گزار ہیں کہ آپ سب حضرات نے اپنی ذاتی، تجارتی اور خاندانی مصروفیات کو چھوڑ کر ہمیں شرفِ ملاقات ومیزبانی بخشا۔ جزاکم اللہ

حضرات! افطار کے عنوان پر احباب سے ملاقات کی ابتداء بانی ادارہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے فرمائی تھی جو کم وبیش تینتیس سال سے احباب ومخلصین کے تعاون سے جاری وساری ہے۔

احباب گرامی! اللہ تعالیٰ اپنے دین حنیف کی خدمت کے لیے جن افراد کو منتخب فرماتا اور توفیق دیتا ہے وہ یقیناً خوش نصیب ہیں۔ ان میں دینی مدارس کے خدمت گزار بھی ہیں، دین کے اشاعتی اداروں کے ذمہ دار نیز مساجد اور ان کے متعلقہ اداروں کے کارکنان بھی، ایسے ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ بعض افراد کو خدمت خلق کی توفیق ہسپتال، رفاہی اداروں، دارالایتام اور مساکین کے لیے طعام گاہوں کی صورت میں دیتا ہے۔

آپ نے جس ادارے کو اپنی آمد سے نوازا ہے وہ ان اداروں سے قدرے مختلف بھی ہے اور بعض پہلوؤں سے اہم بھی۔ اس لیے کہ خدمت دین اگر اشاعت کتب دینیہ کی صورت میں ہو یا علم دین کے تعلیم وتعلم کی شکل میں ہو، علماء کے دروس وخطابات ہوں یا مسائل کی افہام وتفہیم اور سوال وجواب، مناظرہ ومباحثہ ہو یا دین حقہ کے دلائل اور عقائد باطلہ کی تردید۔ اپنے اپنے مقام پر ان سب کے خام مواد یعنی علمی دلائل اور جوابات کے لیے کتاب ہی بنیاد ہوتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ دارالدعوۃ السّلفیہ کی بنیاد یہی کتاب ہے۔

کتاب کی اس اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ادارہ کے بانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے اپنا پیٹ کاٹ کر ایک ذخیرہ کتب جمع کیا اور بلاتفریق مذہب وملت جملہ علماء وطلباء کے لیے اس کو وقف کر دیا۔ اس ادارے کی یہ اہمیت ہے اور یہ ادارہ دوسرے اداروں سے مختلف اس لیے ہے کہ نہ اس کی کوئی

وسیع وعریض بلڈنگ ہے جو آنے والے کی نگاہوں کو خیرہ کر سکے اور نہ ہی یہاں آنے جانے والوں کا ایسا ہجوم ہوتا ہے جس سے عوام الناس متاثر ہو سکیں۔ یہاں بس چند گوشہ نشین بیٹھے ہیں۔ کوئی حدیث شریف کی خدمت کرر ہا ہے کوئی آنے والے طلباء وعلماء کی علمی راہ نمائی اور خدمت میں مشغول ہے، کوئی دین کے متعلق سوالات کرنے والوں کو دلائل تلاش کر کے دے رہا ہے اور کوئی آنے والے فتاویٰ جات کے جوابات تحریر کرر ہا ہوتا ہے۔

آپ یہ سن کر مسرت محسوس فرمائیں گے کہ اس لائبریری سے لاہور ہی نہیں پاکستان بھر کی یونیورسٹیوں سے عربی واسلامیات کے ایم اے، ایم فل اور P.H.D کے طلباء وطالبات فیض پاتے ہیں۔ ان میں مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی مستفید ہوتے ہیں۔

بیرونِ ملک کی بعض عالمی شخصیات بھی اس لائبریری کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرما چکی ہیں۔ ان میں قطر کے عالمی شہرت یافتہ عالم الشیخ یوسف القرضاوی، کویت کے الشیخ عبداللہ السبت، الشیخ طارق العیسیٰ، الشیخ جاسم العون، الشیخ خالد فلاح المطیری حفظہ اللہ۔ رئاسۃ الحرمین الشریفین کے رئیس الشیخ صالح الحصین، الشیخ ناصر الراجح، الشیخ عبدالعزیز عتیق، الشیخ فہد الغراب، الشیخ ابوسعد الدوسری حفظہ اللہ ہندوستان سے مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا معراج محمد، شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار الفریوائی، الشیخ محمد عزیر اور دیگر احباب۔

وقت بہت تھوڑا ہے اور حقائق ڈھیروں۔ مختصر اب یہی عرض کرنا ہے کہ آپ کا اس ادارے سے جو تعلق، محبت اور دامے درمے سخنے تعاون ہے ان سب کا دائرہ دینی خدمات کے تمام شعبوں تک وسیع ہے۔ جب کہ ہر شعبہ صدقہ جاریہ ہے۔ اس ادارے کے قیام میں جہاں اس کے بانی کا اخلاص وایثار ہے وہاں ان کے نیاز مند ومعاونین کا تعاون بھی شامل ہے بالخصوص جن احباب ومخلصین نے اس کے قیام، استحکام اور اس کی بقا کے لیے خدمات انجام دی ہیں خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن الازہری حفظہ اللہ کہ انہوں نے ربع صدی یعنی ۲۵ سال تک بے لوث خدمت کی ہے، ان کے علاوہ مرزا عبدالحمید، میاں عبدالمعید، چوہدری عبدالقادر، چوہدری محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ۔

ہاں! دارالدعوۃ السّلفیہ کے آرگن ہفت روزہ الاعتصام کے لیے مولانا محمد سلیمان انصاری رحمہ اللہ کی شب وروز کی ان تھک خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ لہٰذا یہ سب مرحومین وموجودین بھی اس کے اجر وثواب اور آپ کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ جب کہ دارالدعوۃ السّلفیہ کی مسند صدارت پر متمکن مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ اس پیرانہ سالی کے باوجود اپنی تگ وتاز جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ادارہ کے کارکنان اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ انہیں تربیت کے لیے مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ جیسی گرامی قدر شخصیت اور مسلک محدثین کی راہ نمائی کے لیے مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ جیسے مخلص احباب کا تعاون ہمیشہ میسر رہتا ہے۔

دارالدعوۃ السّلفیہ کے تحت فی الحال درج ذیل شعبے مصروفِ عمل ہیں:

(۱) مدرسہ مصباح القرآن: مقامی بچوں کے لیے حفظ وناظرہ قرآن کا انتظام۔

(۲) الاعتصام: ۶۲ سال سے جاری ہے جس کے آمد وخرچ کا سالانہ عدم توازن تقریباً تین لاکھ روپیہ تک جا پہنچتا ہے۔

(۳) محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری: اس میں کم وبیش سترہ ہزار ٹائٹل اور ۶۸۲ رسائل وجرائد کی فائلیں ہیں۔

(۴) **المجلس العلمی السلفی**: اس میں تنقیح الرواۃ کی تخریج کا کام بھی جاری ہے اور الاعتصام کا مکمل اشاریہ بھی بن رہا ہے۔

(۵) مسجد: اس میں فی الحال پنج وقتہ نماز، روزانہ ظہر کے بعد درس، رمضان میں تراویح کا انتظام کیا جاتا ہے۔

حاضرین کرام! جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتابوں کی الماریاں اب ہم مسجد میں رکھنے پر مجبور ہو گئے ہیں یعنی لائبریری کی وسعت جگہ کی تنگ دامانی کے لیے شکوہ کناں ہے۔ یہ مرحلہ کب طے ہوگا! اور کیسے ہوگا اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہم تو اپنی ذمہ داریوں کو دیانت وامانت کے ساتھ ادا کرنے کے لیے کوشاں بھی ہیں اور آپ سے استقامت کی دعا کے لیے درخواست گزار بھی ہیں۔ والسلام مع الاکرام

احکام و مسائل

رمضان المبارک کا آخری عشرہ کیسے گزاریں؟

قاری لیاقت علی باجوہ فیروز پوری، سیالکوٹ

رمضان مبارک کا آخری عشرہ نہایت اہم ہے۔ کیوں کہ اسی عشرہ میں وہ رات آتی ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس لیے اس میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔ اپنے گناہوں کی اللہ سے بار بار معافی مانگتے ہوئے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سیّدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ساری رات جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے اور کمر بستہ ہو کر خوب عبادت کرتے۔

[البخاری: ۲۰۲٤، مسلم ۱۱۷٤]

اسی طرح سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبادت میں جتنی محنت آخری عشرہ میں کرتے تھے اتنی کبھی نہیں کرتے تھے۔ [مسلم: ۱۱۷۵]

لہٰذا ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کے اس طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے اس عشرہ میں کمر بستہ ہو کر خوب عبادت کرنی چاہیے۔ اور ان مبارک ایام کا کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ان سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

اعتکاف:

آخری عشرہ میں کثرت عبادت کی سب سے افضل شکل یہ ہے کہ یہ عشرہ اعتکاف میں گزارا جائے۔ کیوں کہ اعتکاف سے مراد یہ ہے کہ انسان دنیاوی کاموں سے بالکل منقطع ہو کر صرف باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مکمل طور پر یکسو ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ بھی یہ عشرہ اعتکاف میں گزارتے تھے جیسا کہ سیّدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی کریم ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف میں گزارتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فوت کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف بیٹھنے لگیں۔

[بخاری: ۲۰۲٦، مسلم: ۱۱۷۲]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے مگر اپنی وفات کے سال میں آپ ﷺ بیس دن اعتکاف بیٹھے۔ [بخاری: ۲۰٤٤]

لہٰذا نبی کریم ﷺ کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جس میں وہ دنیاوی کاموں سے بالکل بے نیاز ہو کر بس اللہ کی طرف متوجہ رہیں۔ اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھیں۔ کثرت سے قرآنِ مجید کی تلاوت کریں۔ نہ صرف تلاوت بلکہ اس میں غور و فکر اور تدبر کریں تا کہ اس سے نصیحت حاصل ہو۔ اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کریں۔ بار بار اللہ تعالیٰ کے سامنے آنسو بہائیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کریں۔

معتکف دورانِ اعتکاف مسجد سے باہر دنیاوی کاموں کے لیے تو کیا دینی کاموں کے لیے بھی نہ نکلے۔ سوائے ان ضروری کاموں کے جن کے لیے اس کا نکلنا ناگزیر ہو۔

سیّدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

معتکف کے لیے یہ سنت ہے کہ وہ دورانِ اعتکاف مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے، جنازہ کے لیے حاضر نہ ہو بیوی کو مت چھوئے اور نہ مباشرت کرے اور کسی کام کے لیے مت نکلے سوائے اس کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ [ابو داؤد: ۲٤۷۳، وصححه البانی]

اعتکاف کے دوران فرائض کے ساتھ ساتھ نفلی عبادت بھی کثرت سے کرنی چاہیے۔

لیلۃ القدر:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے

کہ اس عشرہ میں وہ رات آتی ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب اجر وثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کرے گا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

[البخاری: ۱۰۱٤، مسلم: ۷٦۰]

یہ رات کب آتی ہے اس کے لیے متعدد احادیث وارد ہیں۔

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے درمیانے عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ چناں چہ جب اکیسویں رات آتی تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھنے والے دیگر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ پھر ایک دفعہ جب اسی طرح اکیسویں رات آئی تو آپ ﷺ اعتکاف میں ہی رہے اور آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں ''جو اللہ نے چاہا'' احکامات دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

میں یہ درمیانہ عشرہ اعتکاف میں گزارتا تھا، پھر مجھے یہ مناسب لگا کہ میں یہ آخری عشرہ اعتکاف میں بیٹھوں۔ لہٰذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف میں تھا وہ اپنی جائے اعتکاف میں ہی رہے۔ اور مجھے یہ رات (لیلۃ القدر) خواب میں دکھلائی گئی تھی پھر وہ مجھے بھلا دی گئی۔ لہٰذا تم اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اس کی طاق راتوں میں اسے پانے کی کوشش کرو۔ اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔

چناں چہ اس رات میں تیز بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی جائے نماز پر بھی چھت سے پانی کے قطرے گرے اور آپ ﷺ جب صبح کے وقت نماز سے فارغ ہوئے تو میری آنکھوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی پیشانی پر پانی اور مٹی کے آثار نمایاں تھے۔

[البخاری: ۲۰۱٦، مسلم: ۱۱٦۷]

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس مبارک رات کی تعیین کر دی گئی تھی پھر آپ ﷺ کو بھلا دی گئی۔ اس کا سبب ایک اور حدیث میں ذکر کیا گیا ہے جب آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ اسی دوران آپ ﷺ کے ذہن سے اس رات کا تعین بھلا دیا گیا۔ [البخاری: ۲۰۲۳]

شاید اس رات کے بھلائے جانے میں یہ حکمت ہو کہ اللہ کے بندے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور اس رات کو پانے کے لیے زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ واللہ اعلم

اس طرح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سال جب آپ ﷺ نے یہ اعلان کیا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے تو یہ مبارک رات اکیسویں رات کو آئی تھی۔ اسی طرح اس حدیث سے لیلۃ القدر کی ایک نشانی بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ ہے بارش کا نازل ہونا یہ نشانی ایک اور حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی پھر بھلا دی گئی۔ اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اس کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔

سیّدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تیئیسویں رات میں ہم پر بارش نازل ہوئی اور جب رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھا کر فارغ ہوئے آپ ﷺ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی کے نشان نمایاں تھے۔ [مسلم: ۱۱٦۸]

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں سے ہے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے خواب متفق ہیں۔ اس بات پر کہ یہ رات آخری سات راتوں میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اس رات کو پانا چاہے تو وہ اسے آخری سات راتوں میں پانے کی کوشش کرے۔

[البخاری: ۲۰۱۵، مسلم: ۱۱٦۵]

ان دونوں احادیث اور ان کے علاوہ دیگر کئی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ تاہم بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان طاق راتوں میں سے ستائیسویں رات میں اس رات کے آنے کا زیادہ امکان ہے۔

چناں چہ زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو

بتایا کہ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص سال بھر قیام کرے تو وہ ہی لیلۃ القدر کو پا سکتا ہے۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ شاید ان کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگ کسی ایک رات پر ہی بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ ورنہ انہیں یقیناً معلوم ہے کہ یہ رات رمضان میں آتی ہے اور آخری عشرہ میں آتی ہے۔ اور ستائیسویں رات ہوتی ہے۔ پھر انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ ستائیسویں رات ہی ہے۔

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا ابی بن کعب کو کہا آپ کس طرح یہ بات یقین کے ساتھ کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ بات اس نشانی کی بنا پر کہہ رہا ہوں جس کے بارے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کیا تھا کہ اس رات کے گزرنے کے بعد سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔[مسلم، الصیام، باب فضل لیلۃ القدر]

چناں چہ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں بتلایا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہوتی ہے۔[ابوداؤد: ۱۳۸۶ وصححہ البانی]

بہرحال اگر اس موضوع پر تمام احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر کو پانے کی کوشش آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں میں کرنی چاہیے۔ ان راتوں میں یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے۔

اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی

''اے اللہ بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے۔ لہٰذا مجھے معاف کر دے۔''

کیوں کہ جب سیّدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ تو آپ ﷺ نے انہیں یہی دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔

[الترمذی: ۳۵۱۳۔ ابن ماجہ: ۳۸۵۰۔ صححہ البانی]

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے اور لیلۃ القدر کو پانے کی توفیق دے، آمین۔

صدقۃ الفطر:

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ فرض کیا، کھجور یا جو کا ایک صاع، غلام پر بھی اور آزاد پر بھی، مرد پر بھی اور عورت پر بھی، اور مسلمانوں میں سے ہر چھوٹے بڑے پر اس کو فرض قرار دیا۔ اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ نماز عید کے لیے لوگوں کے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔[البخاری: ۱۵۰۳، مسلم: ۹۸۴]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ نے جو فطرانہ فرض کیا وہ کھانے کی اجناس میں سے ایک صاع ہے۔ جس کا وزن تقریباً اڑھائی کلو ہوتا ہے۔

صحابہ کرام جنس طعام سے ہی فطرانہ ادا کرتے تھے۔ چناں چہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فطرانہ ادا کرتے تھے اناج کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا پنیر کا ایک صاع یا منقی کا ایک صاع۔[البخاری: ۱۵۰۶، مسلم: ۹۸۵]

دوسری روایت میں سیّدنا ابوسعید کے الفاظ یہ ہیں: ہم رسول اللہ کے عہد میں عید الفطر کے دن جنس طعام سے ایک صاع بطور فطرانہ نکالتے تھے۔ اس وقت ہمارا کھانا جو، منقی، پنیر اور کھجور تھا۔[البخاری: ۱۵۱۰]

لہٰذا فطرانہ جنس طعام میں سے ہی ادا کرنا چاہیے۔☆ مثلاً: گندم اور چاول وغیرہ۔

صدقۃ الفطر میں حکمت یہ ہے کہ اس کی ادائیگی سے ایک تو غریب لوگوں کو کھانے کے لیے کچھ مل جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ روزہ کے دوان جو لغو اور بے ہودہ اقوال و افعال صادر ہوتے ہیں ان کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ فرض قرار دیا۔ اس سے روزہ داران لغویات اور بے حیائی والے اقوال و افعال کے گناہ سے پاک ہو جاتا ہے جو اس سے دوران روزہ صادر ہوتے ہیں اور مسکینوں کو کھانا بھی مل جاتا ہے۔[ابوداؤد: ۱۶۰۹، حسنہ الالبانی]

یاد رہے فطرانہ نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا تھا۔ جیسے ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اسے نماز عید سے پہلے ادا کرے تو وہ مقبول زکوٰۃ ہے اور جو شخص اسے نمازِ عید کے بعد ادا کرے تو وہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔[ابوداؤد: ۱۶۰۹ حسنہ الالبانی]

☆ مسنون طریقہ تو یہی ہے لیکن اکثر علماء کی رائے کے مطابق نقدی بھی دے دے تو حرج نہیں۔

احکام و مسائل

مسائل و احکام رمضان المبارک

مولانا محی الدین احمد صاحب قصوری

لیلۃ القدر:

لیلۃ القدر سال کی مقدس ترین رات ہے، رمضان المبارک کے آخری عشرہ (یعنی ۲۱ رمضان سے ۳۰ رمضان تک) کی طاق راتوں میں ایک رات ہے۔ اس رات میں قرآنِ حکیم کا نزول شروع ہوا۔ یہ گویا نزول قرآن کی سال گرہ ہے، اس رات کی عبادت اور اس میں قیام ہزار مہینہ کی عبادت وقیام سے بہتر ہے۔ اس میں ملائکہ مقربین اور جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں۔ معمورۂ عالم انوار و برکات الٰہی کا گھر بن جاتا ہے۔ یہ کیفیت صبح صادق تک رہتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس نے شب قدر میں ایمان اور اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ (صغیرہ) بخش دیئے جاتے ہیں۔''

حضور پرنور ﷺ آخری عشرہ رمضان میں خود بھی رات بھر جاگتے گھر والوں کو بھی جگاتے اور اپنی ازواجِ مطہرات سے الگ رہتے تھے۔

شب قدر میں تلاوت قرآن، ذکر الٰہی تسبیح وتہلیل اور توبہ واستغفار کثرت سے کرنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔

''اے اللہ تو بے شک معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے مجھے بھی معاف فرما۔''

پڑھنا بھی آیا ہے۔

شب قدر میں وعظ کی مجالس کا قیام، مساجد میں چراغاں کرنا سنت سے ثابت نہیں۔ یہ چیزیں اس وقت پیدا ہوئیں جب دین کی اصلی روح لوگوں میں مفقود ہوگئی۔ اور اب سارا مدارِ رونق ہی یہ چیزیں رہ گئی ہیں۔

﴿فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا﴾۔

﴿وما لکم کیف تحکمون﴾

اعتکاف:

آنحضرت ﷺ نے پہلے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ پھر دوسرے میں (اس کے بعد جب آپ کو لیلۃ القدر) رمضان شریف کے آخری عشرۂ مبارکہ میں بتائی گئی تو آپ نے فرمایا جو شخص شب قدر کی غرض سے اعتکاف کرتا ہے اسے چاہیے کہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔ کیوں کہ یہ رات مجھے آخری عشرہ میں دکھائی گئی ہے۔

اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے۔ گھر میں نہیں ہوسکتا جو شخص اعتکاف کرے تو وہ لوگوں سے میل جول اور دنیوی کاروبار سب چھوڑ دے۔ بجز نہایت ضروری باتوں کے مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ کے مسجد سے باہر نہ جائے۔ فضول بات نہ کرے۔ اگر کوئی عزیز یا رشتہ دار بیمار ہو تو کھڑے کھڑے پوچھ آئے۔ بیوی سے پیار ومحبت کی باتیں نہ کرے۔ اگر ملنے آئے تو اسے پہنچانے جاسکتا ہے۔ ضرورت کے وقت اعتکاف کی حالت میں بیوی سے سر دھلا لینا جائز ہے۔

اعتکاف میں ذکر وفکر انابت الی اللہ اور دعا وغیرہ میں مشغول رہے۔ دنیوی مشاغل کی طرف متوجہ نہ ہو۔ دنیا ومافیہا کے تعلقات یک قلم منقطع کردے اور لیلۃ القدر پانے کی پوری کوشش کرے۔

رمضان کے علاوہ اور دنوں میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔ صرف رات کا بھی (غیر رمضان میں) اعتکاف ہوسکتا ہے۔ اس میں روزہ رکھنا ضروری نہیں اور نہ کسی مدت کی قید ہے۔

صدقۃ الفطر:

آنحضرت ﷺ نے صدقۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر

ایک مسلمان مرد،عورت،چھوٹے بڑے،آزاد،غلام پرفرض کیا۔

صدقۂ فطر کے واسطے مال دار ہونا ضروری نہیں۔ ہرایک مسلمان پر فرض ہے اگر غریب ہے لوگ اسے دیں۔ یہ اس میں سے دے۔ایک شخص کا صدقہ کئی آدمیوں کو دے سکتے ہیں اور حسب ضرورت کئی آدمیوں کا ایک کو دے سکتے ہیں۔

صدقہ فطر میں گیہوں، جو، کھجور، منقی میں سے ایک صاع دینا فرض ہے۔آدھا صاع گیہوں دینا خلاف سنت صحیحہ ہے ایک صاع چار مد کا، مد ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے۔گیہوں کا صاع تقریباً دو سیر اور دس چھٹانک۔اور جو دو سیر چھ چھٹانک ہوتا ہے۔

صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ نماز کے بعد معمولی خیرات کی طرح ہوگا۔ضرورت کے وقت دو ایک دن پہلے سے صدقہ جمع کرنا اور غرباء میں تقسیم کرنا جائز ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے،اور فرمایا:

''یہ روزہ کی لغزشوں کا کفارہ اور غرباء کی عید کا سامان ہے۔ مسلمان فقیروں کو عید کے دن سوال کرنے سے مستغنی کر دیتا ہے۔''

صدقۃ الفطر میں اجناس دینے کا حکم ہے۔ جہاں تک ہو سکے اسی کا لحاظ رکھے۔بوقت ضرورت رقم دے دے تو حرج نہیں۔

صلوٰۃ العیدین:

سال بھر میں پانچ دنوں کے روزے حرام ہیں۔ ایک عید الفطر دوسرے عید الاضحیٰ (بقرعید) کا اور تین دن اس کے بعد ایام تشریق کے۔ عیدین کی نماز سنت ہے اس کے واسطے اذان و تکبیر کچھ نہیں۔ نہ اس کے آگے پیچھے کوئی نفل وغیرہ ہے۔آنحضرت ﷺ کھلے میدان میں نماز عید ادا فرمایا کرتے تھے۔مسجدوں میں عید کی نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نکلنا اور عید الاضحیٰ میں آکر قربانی سے کھانا مسنون ہے۔آمد و رفت میں راستہ بدلنا سنت ہے۔عیدین میں تکبیریں کہنا چاہیے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا . وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَ اَصِيْلاً . کہے، یا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . کہے۔سب درست ہے۔

عید کی نماز میں عورتوں کا شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''تمام عورتیں دوشیزہ مخدرات (وہ جوان لڑکیاں جنہیں علیحدہ کوٹھڑیوں میں رکھتے ہیں) حائضہ سب نماز عید کے واسطے عید گاہ میں حاضر ہوں۔ ایک عورت نے دریافت کیا۔حضور! حیض والیاں وہاں کیا کریں گی؟ فرمایا:''نماز سے الگ رہیں گی۔مگر مسلمانوں کی دعاؤں اور خیر و برکت میں شامل ہوں گی۔''

دوسری نے عرض کیا:''اگر کسی عورت کے پاس اوڑھنے کے واسطے چادر نہ ہو تو وہ کیسے آئے گی؟ فرمایا:''اپنی بہن سے مانگ لے اور اسے چاہیے کہ دے دے۔''

افسوس! آج مسلمانوں نے نادانی سے عورتوں کو تمام دینی اور مجلسی کاموں سے الگ کر دیا ہے۔جس سے امت مسلمہ کا نصف حصہ نہ صرف جہالت میں ڈوب کر رہ گیا ہے بلکہ بالکل معلول و بے کار ہو گیا۔دنیا کے تمام کاروبار شادی بیاہ،موت زیست میں تو عورتیں بلا تکلف شامل ہوں بلکہ ان کے بغیر کوئی کام نہ ہو لیکن جہاں اللہ اور رسول ﷺ بلائیں وہاں جانا ممنوع و ناروا ہو جائے۔ یہی نہیں بلکہ سینماؤں کو دیکھنے کے لیے، قبروں اور درگاہوں کے میلوں میں جہاں جانا قطعاً حرام و ناروا ہے۔ عورتیں جوق در جوق پہنچیں۔اس وقت شرم وحیا کے مدعیوں کو کوئی شرم وخجالت دامن گیر نہ ہو نہ اس کے واسطے وعظ ونصیحت،اور تالیف وتصنیف کے ذریعے روکنے کی سعی کریں۔لیکن عید کے موقعہ پر اللہ و رسول ﷺ کی مخالفت کے لیے شیطان انہیں ہر طرح سے تیار کرتا ہے۔اور یہ بلا سوچے سمجھے اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔

نمازِ عید کی ترکیب:

عیدین کی نمازوں کا بارہ تکبیروں کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔پہلی

رکعت میں سات تکبیریں، تکبیر تحریمہ کے علاوہ۔ دوسری میں پانچ سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر کے سوا۔ دونوں رکعتوں میں معینہ تکبیریں سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے پہلے کہی جائیں گی۔ تکبیریں کہتے وقت ہاتھ باندھے رکھے رفع الیدین کرنے کی ضرورت نہیں۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''القمر'' اور دوسری میں ''ق'' پڑھنی سنت ہے۔ سورۂ ''اعلیٰ'' پہلی رکعت میں اور دوسری میں ''الغاشیہ'' پڑھنا بھی سنت ہے۔

نماز عید کے بعد امام ایک خطبہ دے۔ جس میں ضروری مسائل تقویٰ اور اتباع سنت کی ترغیب، مسلمانوں کے عام وخاص اصلاحی مسائل اور موجودہ ضروریات پر پوری روشنی ڈالے۔ جہاد وقربانی کی ضرورت اور مسلمانوں کی اس سے غفلت پوری طرح بیان کرے۔ تعلیم دین، نشر واشاعت اسلام، کتاب وسنت کی عام تبلیغ جو دراصل اسلامی کلمۃ اللہ ہے۔ اس پر پورا زور دے اور لوگوں کو خوب اچھی طرح آگاہ کرے۔ اس کے واسطے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار کرے۔

حضور ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ اس خطبہ کے بعد آپ ﷺ مستورات کو الگ خطبہ دیتے۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین .

ضرورت سٹاف:

ایک قاری صاحب جو سلفی المسلک ہوں، نیز ایک مستند قاریہ اور ایک خادم مسجد، جو صحت مند، تجربہ کار، محنتی ہوں۔ تنخواہ بالمشافہ حسب لیاقت طے ہوگی، ان شاء اللہ۔ فون کر کے تشریف لائیں۔

[حافظ محمد ایوب خالد، مہتمم جامعہ عمر ابن الخطاب اہل حدیث منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ۔ موبائل:0300-8878629]

اوقاتِ نماز کیلنڈر و تبلیغی اشتہارات:

محمدی اوقاتِ نماز کیلنڈر (اشتہار) مساجد اہل حدیث میں چسپاں کرنے کے لیے مفت دستیاب ہے۔ بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے مبلغ دس روپے کے نئے ڈاک ٹکٹ لفافے میں بند کر کے واپسی پتے کے ساتھ روانہ کریں۔ نیز مولانا محمد اشرف سلیم مرحوم (قلعہ دیدار سنگھ) کے تبلیغی اشتہارات (آمین بالجہر، سورہ فاتحہ خلف الامام، وغیرہ) بھی منگوائے جاسکتے ہیں۔

[محمد جاوید، محمدی کیسٹ ہاؤس، ایوانِ علم پلازہ، اردو بازار لاہور]

مسئلہ سماع موتی واصلی اہل سنت طلب کریں:

مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب بہاولپوری رحمہ اللہ کے ایمان افروز قلم سے ترتیب شدہ دو پمفلٹ

۱۔ مسئلہ سماع موتی (یعنی کیا مردے سنتے ہیں؟ ۲۔ اصلی اہل سنت کون؟ دستیاب ہیں۔

منگوانے کے لیے مبلغ بیس روپے کے نئے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ واپسی پتا تحریر کریں۔

[C/o محمد سلیم چنیوٹی ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور 54000]

حضرت مولانا عبدالقادر ندوی حفظہ اللہ کو صدمہ......اہلیہ محترمہ کا انتقال پر ملال:

حضرت مولانا عبدالقدر ندوی حفظہ اللہ (رئیس جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، ضلع فیصل آباد) کی اہلیہ محترمہ رمضان المبارک کے دوسرے عشرے میں وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی صالحہ، زاہدہ وعابدہ خاتون تھیں۔ ان کی وفات سے جو صدمہ ان کے خاندان، عزیز واقارب اور لواحقین کو پہنچا ہے وہ یقیناً بڑا شدید ہے۔ مرحومہ کے جنازے میں دور ونزدیک سے بے شمار علمائے کرام، احباب جماعت، سیاسی وسماجی شخصیات شریک ہوئیں۔ اراکین ادارہ الاعتصام مرحومہ کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعا گو ہیں اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

اللہ کریم مرحومہ کی حسنات کو قبول فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

احکام ومسائل

اسلام میں ہلال شوال کی اہمیت

مولانا محمد ارشد کمال

اسلام میں ہلال شوال کو وہی اہمیت اور مقام ومرتبہ حاصل ہے جو ہلال رمضان کو ہے، جیسے:

① ...... ہر دو کے لیے سابقہ مہینے کے ایام شمار کرتے رہنا چاہیے۔

② ......نظر نہ آنے کی صورت میں مہینے کے تیس دن پورے کرنے چاہئیں۔

③ ...... ہلال رمضان سے روزوں کا آغاز اور ہلال شوال سے ان کا اختتام ہوتا ہے۔

④ ......دونوں کی رؤیت میں لوگ بہت سی بے اعتدالیاں کر جاتے ہیں جو نہیں ہونی چاہئیں۔

⑤ ...... راجح قول کے مطابق ان کی رؤیت میں ایک یا دو عادل گواہوں کی شہادت قابل قبول ہے۔

ہلال شوال اور تکبیرات:

عید الفطر میں تکبیرات کہنے کا آغاز بھی ہلال شوال ہی پر موقوف ہے۔یعنی شوال کا چاند نظر آنے پر تکبیرات کا آغاز ہوگا۔ چناں چہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شوال کا چاند دیکھنے پر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تکبیرات کہیں اور تکبیرات کا یہ سلسلہ عید سے فارغ ہونے تک جاری رہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ ﴾ [البقرة: ١٨٥]

''اور تم (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو۔''

[تفسیر طبری: ٢/ ١٩٤]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عید الفطر میں تکبیر کا آغاز چاند دیکھنے سے اور اختتام عید سے فارغ ہونے پر ہے۔عید سے فارغ ہونے کا مطلب امام کا خطبے سے فارغ ہونا ہے۔ [مجموع الفتاویٰ:۲۴/۲۲۱]

شوال کی فضیلت:

(ا) شوال کے چھ روزے: ماہِ شوال کے چھ روزوں کی بھی بڑی فضیلت ہے۔جس مسلمان نے ماہِ رمضان اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سارے سال کے روزے رکھے۔یعنی اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ چناں چہ سیدنا ابوایوب انصاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ)) [مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صوم ستة ايام من شوال، رقم: ١١٦٤]

''جو کوئی رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو اس نے گویا زمانہ بھر روزے رکھے ہیں۔''

''زمانہ بھر'' سے مراد سال بھر کے روزوں کا ثواب ہے۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ سِتَّةَ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا)) [ابن ماجه، كتاب الصيام، باب صيام سنة ايام من شوال، رقم: ١٧١٥ صحيح]

''جس شخص نے عید الفطر کے بعد (شوال میں) چھ روزے رکھے تو اس کے پورے سال کے روزے ہو گئے۔ کیوں کہ جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے اس کا دس گنا ثواب ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مکمل اور پھر شوال کے چھ

روزوں کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس کا ثواب ملے گا۔ لہٰذا رمضان کے تیس اور شوال کے چھ کل چھتیس روزے ہوئے اور دس گنا ثواب سے (٣٦٠=١٠×٣٦) تین سو ساٹھ ہو گئے اور تقریباً یہی تعداد سال کے دنوں کی ہوتی ہے۔ یہ چھ روزے عید کے بعد فوراً مسلسل رکھ لیے جائیں یا اس پورے مہینے میں متفرق طور پر رکھے جائیں ہر طرح جائز اور درست ہے۔ کیوں کہ ان تمام کی تعیین شارع علیہ السلام نے نہیں کی۔

بعض جگہ عوام میں مشہور ہے کہ عید کے بعد یہ چھ روزے رکھ کر بھی ایک مزید عید ہوتی ہے اور بعض لوگ اس کا کچھ اہتمام بھی کرتے ہیں۔ لیکن یہ خیال بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ لہٰذا اس قسم کی من گھڑت چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۲) شوال حج کا پہلا مہینا: یہ وہ مبارک مہینا ہے جو حج کے مہینوں کا پہلا مہینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ [البقرة ٢: ١٩٧]

''حج کے مہینے (سب کو) معلوم ہیں۔''

سیدنا ابن عمر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب قوله تعالى ﴿ الحج اشهر معلومات ﴾ ما هذه الاشهر]

اسی طرح سیدنا ابن عباس اور دیگر صحابہ و تابعین کا بھی یہی قول ہے بلکہ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس میں کسی کو شک نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اشہر حج میں پہلا مہینا شوال المکرّم کا ہے۔

ماہِ شوال میں عمرہ: عمرہ پورے سال میں کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی کراہت نہیں۔ اسی طرح شوال میں بھی عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِعْتَمَرَ عُمْرَتَيْنِ عُمْرَةً فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً فِيْ شَوَّالٍ ۔ [ابوداؤد، کتاب المناسك باب العمرة، رقم: ١٩٩١ وسنده حسن]

''رسول اللہ ﷺ نے دو عمرے کیے تھے ایک ذوالقعدہ میں اور ایک ماہِ شوال میں۔''

صحیح اور درست بات تو یہی ہے کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کیے ہیں جیسا کہ صحیحین میں اس کی صراحت موجود ہے۔ [بخاری، رقم: ١٧٧٥، ١٧٧٦۔ مسلم، رقم: ١٢٥٣]

مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ''دو عمرے'' بتانا شاید اس بنا پر ہے کہ آپ نے فعلاً اور بالاستقلال دو عمرے کیے ہیں۔ عمرہ حدیبیہ میں آپ کو روک دیا گیا تھا اور آپ واپس چلے آئے تھے جب کہ حج والا عمرہ ضمنی تھا۔ اس لیے انھوں نے ان کو شمار نہیں کیا۔ شوال میں عمرہ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ جعرانہ کا سفر شوال ہی میں شروع ہوا تھا اس لیے سیدہ عائشہ نے شوال کا ذکر کیا ورنہ عملاً یہ عمرہ ذوالقعدہ میں ہی ادا کیا گیا تھا۔

[ابوداؤد مع فوائد سعیدی: ٢/ ٥٣١]

جناب سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن ابی سلمہ نے سیدنا عمر بن خطاب سے ماہِ شوال میں عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اجازت دے دی۔ عمر بن ابی سلمہ عمرہ کر کے اپنے گھر واپس لوٹ آئے اور حج نہ کیا۔

[موطا مالك، كتاب الحج، باب العمرة فى اشهر الحج]

سیدنا عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جس شخص نے حج کے مہینوں میں شوال، ذی القعدہ یا ذی الحجہ میں حج سے قبل عمرہ کیا پھر وہ مکہ ہی میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اسے حج بھی مل گیا اور اس نے حج بھی کر لیا تو اس شخص کا یہ حج تمتع ہے اس پر ہدی (قربانی) لازم ہے جیسے میسر ہو، اگر ہدی (قربانی) نہ ملے تو تین روزے حج میں رکھے اور سات حج سے لوٹ کر واپس گھر آ کر رکھے۔

[موطا، كتاب الحج، باب ما جاء فى التمتع]

ماہِ شوال میں اعتکاف: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لیے بیٹھنا ہوتا تھا۔ سیدہ عائشہ نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے دے دی

اس لیے انھوں نے بھی اپنے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا لیا۔ سیدہ حفصہ کو پتا چلا تو انھوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا۔ صبح کو جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے نظر آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا؟ آلْبِرُّ؟ اَنْزِعُوْهَا فَلَا أَرَاهَا))

''انھیں اس پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی ہے؟ (یا محض ریس) ان خیموں کو اکھاڑ دو۔ میں انھیں اچھا نہیں سمجھتا۔''

چناں چہ وہ خیمے اکھاڑ دیے گئے اور آپ نے بھی اس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا بلکہ شوال کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا۔ [بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی شوال، رقم: ۲۰۴۱]

ماہِ شوال میں شادی: ماہِ شوال میں شادی بیاہ کرنا نہ صرف مستحب بلکہ باعث برکت بھی ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ سے اسی مبارک مہینے میں نکاح کیا تھا اور پھر اسی میں رخصتی فرما کر جاہلیت کے خیال والوں کا ردّ کیا جو اس میں شادی کرنا منحوس سمجھتے تھے۔ چناں چہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

تَزَوَّجَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ شَوَّالٍ وَبَنٰى بِىْ فِىْ شَوَّالٍ فَاَىُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهُ مِنِّىْ؟ قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ اَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَ هَا فِىْ شَوَّالٍ ۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال، رقم: ۱۴۲۳]

''رسول اللہ ﷺ نے شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال ہی میں مجھے (رخصت کرا کے) اپنے گھر لائے۔ بتایئے کہ نبی کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کنبے کی عورتوں کی رخصتی شوال میں کرنا پسند کیا کرتی تھیں۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہِ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا عمل، بعض لوگوں کے اوہام پرستی ''کہ عیدین کے درمیان شادی کا انجام برا ہوتا ہے'' کی سخت تردید کا حامل ہے خود حضرت عائشہ نے لوگوں کے اس وہم کی تردید کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ شوال میں مجھ سے شادی کی اور رخصتی بھی اسی ماہ میں ہوئی۔ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے؟ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سمجھتی تھیں کہ وہ تمام ازواجِ مطہرات میں سے رسول اللہ ﷺ کو پیاری ہیں اور ان کی یہ سوچ بالکل درست تھی جو واضح دلائل سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اس باب میں صحیح بخاری کی روایت جو عمرو بن عاص سے مروی ہے وہی فیصلہ کن ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے عرض کیا: مردوں میں سے کون؟ تو فرمایا: اس کا والد (ابوبکر)۔''

[سیرة النبی: ۱/۵۱۲۔ البدایه والنهایه: ۳/ ۲۸۳]



اظہارِ تشکر

جن محسنین نے میری بیٹی کی وفات پر مجھ سے تعزیت کی ہے بذریعہ خط یا فون یا بالمشافہ ان کی آمد سے میرا حوصلہ بلند ہوا ہے۔ میں ان سب حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں بموجب حدیث

من لم یشکر الناس لم یشکر الله .

آپ کی دعاؤں کا محتاج

محمد یوسف، خادم دار الحدیث راجووال، اوکاڑا



احکام ومسائل

حقیقت دعا اور رمضانُ المبارک

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

قرآنِ مجید میں رمضان المبارک کے احکام وفضائل کو بیان کرتے ہوئے درمیان میں دعا کا ذکر ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ ﴾ [البقرة: ١٨٦]

یعنی ''جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں (تو ان سے کہہ دو کہ) میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی پکار سنتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔''

قرآنِ مجید کا یہ انداز بیان ظاہر کر رہا ہے کہ رمضان اور دعا میں انتہائی گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ دعا کی مقبولیت کے بیشتر اوقات اس ماہ میں رکھے گئے ہیں۔

رمضان عبادت کا مقدس، پاکیزہ اور پر بہار موسم ہے اور دعا کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ.

[ترمذی، مشکوٰۃ، ج: ١، ص: ١٩٤]

یعنی ''دعا عبادت کا مغز اور گودا ہے۔''

اسی بنا پر روزے دار کی دعا خصوصاً افطار کے وقت اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

رمضان اور دعا میں جو گہری مناسبت ہے اس کی بنا پر دعا کی اہمیت اور آداب وفضائل کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

دعا کی فضیلت واہمیت:

قرآنِ حکیم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیائے کرام اور اپنے دوسرے برگزیدہ بندوں کا نمایاں وصف یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے حضور دعا کرتے ہیں، فرمایا:

﴿ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ﴾ [الانبیاء: ٩٠]

''وہ ہم کو رغبت اور خوف سے پکارتے ہیں۔''

دعا کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

﴿ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةِ۔

[مسند احمد، ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ١٩٣]

''دعا ہی عبادت ہے۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ۔ [مستدرك حاكم]

''دعا مومن کا ہتھیار ہے۔''

اور فرمایا:

لَیْسَ شَیْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔

[ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ١٩٤]

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دعا سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔''

ایک حدیث میں ہے:

مَنْ لَّمْ یَسْاَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ۔

''جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال ودعا نہیں کرتا، اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔'' [ترمذی، مشکوٰۃ: ١٩٥]

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لَا تَسْاَلْ بَنِیْ آدَمَ حَاجَةً وَاسْاَلِ الَّذِیْ اَبْوَابُهٗ لَا تُحْجَبُ
اَللّٰهُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَهٗ وَابْنُ آدَمَ حِیْنَ یُسْاَلُ یَغْضَبُ

یعنی ''انسان کے سامنے اپنی ضروریات کے لیے ہاتھ نہ پھیلاؤ، اس سے مانگو جس کے فضل وکرم کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔
اگر بندہ اپنے ربّ سے مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ لیکن انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جب کوئی اس سے مانگتا ہے تو وہ غضب ناک ہوجاتا ہے۔''

روحِ دعا:

دعا کے لطف سے صحیح معنی میں انسان اسی وقت آشنا ہوسکتا ہے جب کہ وہ اپنے اوپر وہی کیفیت طاری کرے جسے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

وروح الدعا ان یری کل حول وقوۃ من اللہ ویصیر کالمیت فی ید الغسال وکالتمثال فی ید محرك التماثیل ویجد لذۃ المناجاۃ۔

یعنی ''دعا کی روح یہ ہے کہ دعا کرنے والا ہر قوت وحرکت کا سرچشمہ اللہ سبحانہ کو سمجھے اور اس کی قدر و عظمت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اس طرح بے کس اور بے بس سمجھے۔ جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں یا بے جان صورتیں، حرکت دینے والے کے قبضے میں (مجبور محض) ہوتی ہیں اور پھر اس کیفیت کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مناجات اور سرگوشی کی لذت اسے حاصل ہو۔''[حجة الله البالغة، ج: ۲، ص: ۵۱]

دعا کے آداب وشرائط:

لیکن روح دعا کی یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب کہ قبولیت دعا کی ان شرائط وآداب کو ملحوظ رکھا جائے جو قرآن وسنت میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اس کی مثال ظاہری جسمانی علاج کی طرح ہے، بیمار دوا کے ذریعہ شفایاب اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ ان شرائط وہدایات کو ملحوظ رکھے، جو معالج نے بتائی ہیں۔ اور ان چیزوں سے پرہیز کرے جن سے بچنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ محض دوا کا استعمال ہی کافی نہیں ہے۔ یہی حال روحانی علاج کا ہے۔ قرآن وحدیث کی دعائیں باطنی اور ظاہری امراض کے لیے اسی وقت مفید ہوسکتی ہیں جب کہ ان کے اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت واستعداد بھی مریض میں موجود ہو اور پرہیز واحتیاط کے ان تمام تقاضوں کو بھی پورا کرے جو اس راہ میں ناگزیر ہیں۔

قبولیت دعا کی شرائط:

① اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان کامل، قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرة: ۱۸۶]

''اور (اے پیغمبر ﷺ) جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے دریافت کریں (تو ان کو سمجھا دو کہ) میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو چاہیے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

② داعی کا دل اخلاص، انابت، حضور قلب اور سوز ویقین سے معمور ہو۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﴾ [الاعراف: ۲۹]

''عبادت کو اسی کے لیے خاص کرتے ہوئے دعا کرو۔''

حدیث میں ہے:

اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔

[ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ۱۹۵]

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اس سے دعا کرو۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ غافل بے پروا دل کی دعا کو شرف قبولیت نہیں بخشتا۔''

③ کسب حلال کا اہتمام کیا جائے، حرام کمائی کے ساتھ دعا بارگاہ الٰہی

میں مقبول نہیں ہوتی۔حدیث میں ہے:
یطیل السفر أشعث اغبر یمد یدیه الی السماء یا ربّ ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلك۔
[مشکوٰة، ص: ۲٤۱، بحواله صحیح مسلم]
''انسان دور دراز مقام کا سفر کرتا ہے پراگندہ حال غبار آلود صورت میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہتا ہے۔اے ربّ!اے ربّ! حالاں کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے،لباس حرام ہے اوراس کے گوشت پوست کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہے تو ایسی حالت میں دعا کیسے قبول ہو۔''
اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیائے کرام کو کسب حلال کا حکم دیا ہے۔فرمایا:
﴿ یَاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴾
[المؤمنون: ۵۱]
''اے رسولو! پاکیزہ رزق کھاؤ،اور نیک اعمال کرو۔''
مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:
﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾
''اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں پاکیزہ رزق دیا ہے، اس میں سے کھاؤ۔''[البقرة: ۱۷۲]

④ کبائر سے پرہیز، مثلاً مکر وفریب، غیبت، چغلی، حسد، تکبر، کینہ سے اپنے نفس کو پاک رکھے، ان روحانی اور اخلاقی امراض کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ دعا بارگاہِ خداوندی میں پہنچنے کے لیے بلند مدارج طے کر سکے۔جیسا کہ ارشاد ہے:
﴿ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ﴾
[فاطر: ۱۰]
''اس کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک اعمال کے ذریعے بلند مدارج طے کرتے ہیں۔''
یعنی عمل صالح کے ذریعے پاک کلمات خدا کے ہاں مقبولیت کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔اسی بنا پر نیک اعمال کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بہت پسند ہے جیسا کہ غار والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین شخص کہیں جاتے ہوئے بادوباراں کے طوفان میں گھر گئے۔انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، اتفاق سے ایک چٹان لڑھک کر غار دہانے پر گر پڑی اور باہر نکلنے کا راستہ بند ہوگیا۔اس موقع پر ہر ایک نے اپنی دعائیں اپنے سابقہ نیک اعمال کو پیش کر کے اس قید سے نجات حاصل کی۔[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:صحیح بخاری، مشکوٰة، باب الرحمة والشفقة علی الخلق، ج: ۲، ص: ۲۱] ظاہر ہے کہ جب نیک عملی دعا کی قبولیت کا سبب بنتی ہے تو بدعملی اس راہ کی رکاوٹ بنے گی۔

دعا کے لیے باطنی اور ظاہری آداب:

قرآنِ مجید میں دعا کے آداب کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں رہنمائی کی گئی ہے:
﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ० وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾
[الاعراف: ۵۵،۵٦]
''اپنے ربّ کو عاجزی کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے پوشیدہ پکارو، بلاشبہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں اصلاح کے بعد فساد برپا مت کرو اور اسے خوف وطمع (دونوں قسم کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکارو بے شک اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے۔''
اس آیت سے صراحتاً اور اشارتاً دعا کے چھ آداب بیان کیے گئے ہیں:
① دعا کے وقت تضرع،خشوع اور عاجزی وانکساری انسان کی ہر ہر حرکت اور ادا سے نمایاں ہو، اس کا دل اپنے رب کی عظمت وجلالت سے پوری طرح بھرپور ہو۔
② اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم کی توقع اور اس کے عذاب کے اندیشے سے ملے جلے جذبات دل میں امید وبیم کی ایک اضطرابی کیفیت پیدا کیے ہوئے ہوں۔
③ دعا میں جہاں تک ہو سکے، اخفا سے کام لیا جائے۔یعنی چپ

چپاتے اورآہستگی سے اپنے ربّ کے حضور سرگوشی اور مناجات کی جائے۔ دعا کا اصل ادب یہی ہے۔ الا یہ کہ کسی موقع پر خود شارع ہی نے بلند آواز سے دعا کرنے کا حکم دیا ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''سری اور جہری دعا کے درمیان ستر گنا فرق ہے۔'' [بدائع الفوائد، ج: ۳، ص: ۱۰]

حضرت زکریا علیہ السلام کی سری دعا کو اللہ سبحانہ نے مقام مدح میں ذکر فرمایا ہے:

﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴾ [مریم: ۳]

''جب اس نے اپنے ربّ کو پوشیدہ طور پر چپ چپاتے پکارا۔''

قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة: ۱۸۶]

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمارا خدا ہم سے قریب ہے کہ اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ زور سے اور بلند آواز سے پکاریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مندرجہ بالا سوال وجواب سے یہ واضح ہوا کہ سری دعا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعا، طلب، ثنا، محبت، انابت اور توجہ الی اللہ جیسے عظیم القدر خزانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لیے اخفا کا پہلو ہی زیادہ غالب رہنا چاہیے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ دعا، اور ذکر دونوں ایک دوسرے میں شامل ہیں، ذکر کے آداب میں واضح طور پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴾ [الاعراف: ۲۰۵]

یعنی ''اپنے ربّ کو اپنے دل میں گڑگڑا کر اور ڈر کر بغیر آواز بلند کیے یاد کرو۔''

④ دعا کا چوتھا ادب یہ ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ یہ ادب قرآن کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے ﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ یعنی ''اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اس اعتدا (حد سے بڑھنے) کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں:

(الف): دعا میں ایسی چیزیں طلب کرنا جن کا داعی اہل نہیں ہے، مثلاً انبیائے کرام کے درجات ومراتب مانگنا۔

(ب): ابوداؤد کی روایت ہے کہ عبداللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے کو کہتے ہوئے سنا کہ ''اے خدا! میں تجھ سے جنت کے دائیں جانب سفید محل کا طالب ہوں۔'' عبداللہ نے فرمایا: اے بچے! اللہ سے جنت طلب کرو اور جہنم سے پناہ مانگو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے بڑھ جائیں گے۔

(ج): حرام کاموں پر نصرت کی طلب۔

(د): اللہ سے ایسی آرزو کرنا جو وہ پوری نہیں کرتا، مثلاً قیامت تک کی زندگی یا بشری ضروریات کھانے پینے سے بے نیازی حاصل ہوجائے یا یہ سوال کہ بلا شادی بیاہ کے اولاد حاصل ہوجائے۔ اس قسم کے تمام سوالات اللہ کی حکمت، شریعت اور اس کے بنائے ہوئے قوانین فطرت کے خلاف ہوں، اعتدا (حد سے بڑھنے) میں شمار ہوں گے۔

(ھ): ابن جریج کا قول ہے کہ چلا چلا کر دعا کرنا بھی اعتدا میں داخل ہے۔

(و): سب سے بڑا اور خطرناک ''اعتدا'' یہ ہے کہ بندہ دعا وعبادت میں غیر خدا کو بھی شریک کرے اور ان سے اسی طرح مدد طلب کرے جس طرح اللہ سے طلب کی جاتی ہے۔

(ز): دعا میں تضرع اور عاجزی کے بجائے بے پروائی یا شان تغافل کا اظہار کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح باب اجابت وقبولیت نہیں کھلتا، بلکہ انسان رحمت خداوندی سے دور سے دور تر ہوتا جاتا ہے۔

(ح): دعا یا عبادت میں ایسے طریقے اختیار کرنا جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں۔

(ط): دعا میں تکلف سجع وقافیہ بندی کا اہتمام بھی اعتدا ہی کی ایک شکل ہے۔ ہاں اگر بلا تکلف موزوں کلمات زبان پر جاری ہوجائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

انظر السجع من الدعا فاجتنبه ۔
دعا میں قافیہ بندی سے پرہیز کرو۔صحابہ کرام کا یہ طرزِ عمل نہ تھا۔
[صحیح بخاری، مستدرک حاکم، احیاء العلوم غزالی رحمہ اللہ، ج:۱،ص:۳۱۴]

⑤ مذکورہ بالا آیات میں ذکر دو دعا کے آداب جتلاتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ﴾

[الاعراف: ٥٦]

''زمین میں اصلاح اور درستگی کے بعد فساد اور بگاڑ نہ پیدا کرو۔''

آیت کے سیاق وسباق سے یہ لطیف اشارہ نکلتا ہے کہ مفسدین فی الارض کی دعا بارگاہِ خداوندی میں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرسکتی۔فساد فی الارض (اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور غیر اللہ کی طرف دعوت) اس میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔اس کے ہوتے ہوئے نہ دعا ومناجات میں لطف وسکون حاصل ہوسکتا ہے اور نہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسان ہمکنار ہوسکتا ہے۔

⑥ آدابِ دعا بتلاتے ہوئے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

[الاعراف: ٥٦]

یعنی ''اللہ کی رحمت محسنین سے قریب تر ہے۔''

احسان کی تعریف حدیث میں اس طرح آتی ہے۔

ان تعبد اللّٰہ کأنك تراہ فان لم تکن تراہ فانه يراك ۔ [صحیح مسلم]

''اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو،(یہ بھی حقیقت ہے کہ) اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

دعا کے وقت اگر احسان کی یہ کیفیت پیدا نہ ہو تو ربّ العالمین سے سرگوشی کی حقیقی لذت حاصل نہیں ہوسکتی۔دعا کا لطف اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ اللہ کی عظمت، خوف، محبت اور ہیبت وجلال دل پر چھا جائے اور ایسا محسوس ہو کہ بندہ اپنے ربّ کے حضور آمنے سامنے ہو کر عرض کررہا ہے۔لیکن یہ صفت احسان اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب کہ انسان اخلاص اور اتباعِ شریعت دونوں کو اپنی زندگی کے ہر عمل میں جاری وساری کرے۔

⑦ ان اوقات واحوال میں دعا مانگنے کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔جن میں دعا کے مقبول ہونے کی تصریح احادیث میں مذکور ہے۔(ان احوال واوقات کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان ہوگی، ان شاءاللہ)

⑧ یہ خیال نہ پیدا ہو کہ دعا کرتے تھک گیا ہوں۔لیکن دعا ہے کہ کسی طرح سے قبول ہونے ہی میں نہیں آتی۔اس قسم کے گلے، شکوے کی پرچھائیں بھی دل پر نہیں پڑنی چاہیے۔

حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

لا یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب۔

[صحیح مسلم، مشکوٰۃ، ص: ١٩٤]

''تم میں سے کسی کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے۔دعا کرنے والا کہتا ہے میں نے دعا کی لیکن وہ قبول نہیں ہوتی۔''

ایک دوسری روایت میں دعا کی قبولیت کے اثرات تین قسم کے بتلائے گئے ہیں:

ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیھا اثم ولا قطیعة رحم الا أعطاہ اللّٰہ بھا احدی ثلاث اِما ان یعجل له دعوته واما ان یدخرھا له فی الآخرۃ واما ان یصرف عنه من السوء مثلھا قالوا اذاً نکثر فقال اللّٰہ اکثر ۔

[مسند احمد، مشکوٰۃ، ص: ١٩٧]

''مسلمان کی دعا قبولیت کے لحاظ سے تین حال سے خالی نہیں ہے، بشرطیکہ دعا میں کوئی ایسی چیز نہ طلب کی جائے جو گناہ یا قطع رحمی کی موجب ہو: (۱) اللہ دنیا ہی میں بندے کو وہ کچھ عنایت

فرمادیتا ہے جس کا وہ آرزومند ہے۔(۲) دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنادیتا ہے۔(۳) مطلوبہ بھلائی کے ہم پلہ کسی برائی یا تکلیف کو اس سے دور فرمادیتا ہے۔اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: تب تو ہم خوب کثرت سے دعا کریں گے۔آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے خزانوں میں کون سی کمی ہے اس کا فضل وکرم بھی بے شمار ہے۔''

⑨ فراخی ہو یا تنگی ہر حال میں اپنے ربّ سے دعا اور طلب کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ یہ انتہائی خود غرضی کی نشانی ہے کہ مصیبت اور پریشان حالی میں تو خدا کو پکارا جائے۔لیکن جب راحت وآرام اور خوش حالی حاصل ہو جائے تو خدا کو بھول کر دنیا کی آسائشوں اور تفریحات میں انسان گم ہو جائے۔ یہ کردار تو قرآن نے کفار ومشرکین کا بیان کیا ہے۔

﴿ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾ [الزمر: ۸]

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے ربّ کی طرف رجوع ہو کر پکارتا ہے پھر جب خدا اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا فرمادیتا ہے تو جس (غرض) کے لیے اس نے پہلے خدا کو پکارا اس کو بھلا دیتا ہے۔''

اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سره ان يستجيب الله له عند الشدائد فليكثر الدعا فى الرخاء ۔

[ترمذی، مشکوٰة، ص: ۱۹۵]

''جس شخص کو یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ شدائد ومصائب میں اللہ اس کی دعا اور فریاد سنے، تو اسے چاہیے کہ راحت اور فارغ البالی کے زمانہ میں بھی خدا کو خوب یاد رکھے اور اس سے دعا مانگنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔''

⑩ دعا کے وقت اپنی حاجت وضرورت اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا اہتمام ضروری ہے دعا سے قبل دو رکعت نفل نماز کی ادائیگی بھی مسنون ہے۔

حدیث میں ہے:

من كانت له حاجة الى الله تعالىٰ او الى احد من بنى آدم فليتوضأ وليحسن وضوءه ثم ليصل ركعتين ثم يثن على الله عزوجل ويصل على النبى صلى الله عليه وسلم۔

[ترمذی، مستدرك حاكم، مشكوٰة، ص: ۸۶]

''جس کسی شخص کو اللہ یا کسی انسان سے ضرورت وحاجت پوری کرانے کا معاملہ درپیش ہو۔تو اسے چاہیے کہ پہلے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر اللہ کی حمد وثنا بجالائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجے (اس کے بعد اپنی ضرورت خدا کے حضور عرض کرے۔)''

⑪ دعا کرتے وقت جزم ویقین کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ یعنی بندے کو یہ اعتماد ہونا چاہیے کہ اللہ اس کی عرض ومعروض ضرور سنے گا۔حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يقل احدكم اذا دعا اللهم اغفرلى ان شئت اللهم ارحمنى ان شئت ليعزم المسألة فانه لا مكره له ۔ [بخاری، مسلم، مشکوٰة، ص: ۱۹۵]

''دعا کرتے وقت تم میں سے کسی کو یہ نہیں کہنا چاہیے، اے اللہ! بخش اگر تو چاہے، تو رحم فرما اگر تیری مرضی ہو۔ بلکہ سوال کا انداز عزم ویقین لیے ہوئے ہونا چاہیے کیوں کہ خدا کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔''

ان شئت کہنے میں بظاہر بندے کی طرف سے شان بے نیازی کا اظہار بھی ہو جاتا ہے۔اس قسم کے الفاظ سے پرہیز ضروری ہے۔

⑫ خدا کی رحمت کشادہ ہے، دعا خاص اپنے ہی لیے نہ کی جائے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک بدو کہہ رہا تھا:

اللهم ارحمنى ومحمدا ولا ترحم معنا احدا۔

''اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے علاوہ کسی پر رحم نہ فرما۔'' [ترمذی، مشکوٰة، ص: ۱۹۵]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: **لقد تحجرت واسعا** ''تو نے تو

خدا کی کشادہ رحمت کو تنگ کر دیا ہے۔'' [صحیح بخاری]

اسی طرح اگر کوئی شخص امام ہے وہ دعا کرتے وقت مقتدیوں کو نظر انداز کر کے محض اپنا ہی خیال رکھتا ہے تو یہ طرزِ عمل بھی خیانت کے ہم معنی ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

لا يؤم الرجل قوما فيخص نفسه بالدعا دونهم فان فعل ذلك فقد خانهم ۔

[ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ١٩٦]

⑬ دعا میں اپنی ضرورت پیش کرنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف ضروری ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۔ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الاعراف: ٢٣]

اسی طرح مسنون دعاؤں میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

رب انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا ۔

یعنی ''اے ربّ! میں نے اپنی جان پر (تیری نافرمانی کر کے) بہت ہی ظلم کیا ہے۔''

⑭ دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانا بھی مسنون ہے۔

ان ربكم حى كريم ليستحيى اذا رفع الرجل ان يردهما صفرا ۔ [ترمذی، ابوداؤد]

''اللہ فضل وکرم اور حیاء وشرم والا ہے جب کوئی اس کی بارگاہ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے، تو اسے خالی ہاتھ واپس لوٹانے میں شرم آتی ہے۔''

⑮ جب انسان غصہ کی حالت میں ہو یا بول وبراز کی حاجت محسوس کر رہا ہو تو ایسے اوقات میں دعا کرتے وقت دلجمعی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے اس قسم کے حالات سے پاک صاف اور بالاتر ہو کر دعا میں مشغول ہونا چاہیے۔

⑯ دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے:

لينتهين اقوام عن رفع ابصارهم الى السماء عند الدعا او لتخطفن ابصارهم ۔

[صحیح مسلم، مشکوٰۃ، ص: ٩٠]

''لوگ اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں۔ ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔''

⑰ دعائیہ کلمات کو بار بار دہرایا جائے۔ حدیث میں ہے:

كان رسول الله ﷺ اذا دعا كرر ثلاثا ۔

[ابوداؤد، نسائی]

''آپ ﷺ جب دعا فرماتے تو تین بار دہراتے۔''

⑱ چھوٹی چیز ہو یا بڑی خدا ہی سے مانگے، حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

ليسأل احدكم ربه حاجته كلها حتى يسأل شسع نعليه اذا انقطع ۔

''تم میں سے ہر ایک اپنی حاجتیں اپنے ربّ ہی سے طلب کرے یہاں تک کہ اگر چپل کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اس سے مانگے۔'' [ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ١٩٥]

⑲ دعا کے خاتمہ پر آمین کہنا بھی مسنون ہے۔ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اوجب ان ختم بآمين ۔ [ابوداؤد]

(آپ ﷺ نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا) اگر'' اس نے دعا کو آمین کے ساتھ ختم کیا تو لازماً اس نے اپنا مدعا حاصل کر لیا۔''

اوقاتِ دعا:

یوں تو اللہ تعالیٰ ہر وقت، ہر آن اپنے بندوں کی فریاد سنتا اور ان کی دعا قبول فرماتا ہے لیکن کچھ خاص اوقات ایسے ہیں جن میں دعائیں بہت جلد مقبول ہوتی ہیں اور اپنا اثر دکھاتی ہیں۔

① سب سے زیادہ اعلیٰ اور مقبول ترین رات کا پچھلا حصہ ہے اس کے بارے میں قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴾ [المزمل: ٦]

''بلاشبہ رات کا اٹھنا (نفس کو) کچلنے اور (ربّ سے) گفتگو اور سرگوشی کے لیے بہت ہی زیادہ موزوں ہے۔''
ایسے سناٹے کے وقت میں میٹھی نیند اور نرم وگرم بستر چھوڑ کر اپنے ربّ سے مناجات کے لیے اٹھنا انتہائی سعادت اور خوش نصیبی کی نشانی ہے۔حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ینزل ربنا کل لیلة الی السماء حتی یبقی ثلث اللیل الآخر فیقول من یدعونی فأستجیب له من یسألنی فأعطیه من یستغفرنی فأغفر له۔

[بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ص: ۱۰۹]

''اللہ ہر رات آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے یہاں تک کہ جب رات کا پچھلا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔تو فرماتا ہے کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں عطا کروں۔کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے کہ میں اسے معاف کردوں۔''

② جمعہ کی شب میں بھی ایک ایسی ساعت ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

③ جمعہ کے دن میں بھی ایک ساعت ایسی ہے جس میں اللہ دعا قبول فرماتا ہے۔[صحیح مسلم، مشکوٰۃ، ص: ۱۱۹]بعض روایات میں متعین طور پر عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت بتلایا گیا ہے۔[مشکوٰۃ، ص: ۱۲۰]

④ شب قدر: قرآن وحدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

⑤ اذان اور ⑥ اقامت کے وقت

⑦ اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

ثنتان لا تردان الدعا عند النداء وعند البأس۔

[ابو داؤد، مشکوٰۃ، ص: ٦٦]

''دو چیزیں ردّ نہیں کی جاتیں، دعا اذان اور جہاد کے وقت۔''

⑧ جہاد فی سبیل اللہ میں صف بندی کے وقت دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں عند الباس کا لفظ آیا ہے۔

⑨ فرض نمازوں کے بعد بھی دعا کی مقبولیت کا وقت ہے۔لیکن یہ ضروری نہیں کہ سلام پھیر لینے کے بعد مقتدی دعا کرنے میں امام کی اتباع کریں۔اسی طرح سلام پھیرنے کے بعد فوراً بغیر اذکار مسنونہ پڑھے ہاتھ اٹھا کر دعا بھی سنت سے ثابت نہیں ہے۔

⑩ سجدے کی حالت میں دعا قبول ہوتی ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعا ۔ [صحیح مسلم، مشکوٰۃ، ص: ۸٤]

''یعنی سجدے کی حالت میں بندہ اپنے ربّ سے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں خوب دعا مانگا کرو۔''

⑪ تلاوتِ قرآن یا ختم قرآنِ مجید کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے، حدیث میں ہے:

من قرأ القرآن فیسأل اللّٰه به فانه سیجیء اقوام یقرأون القرآن لیسألون به الناس۔ [ترمذی]

''جو قرآن پڑھے، اسے قرآن کے واسطے سے اپنے ربّ سے مانگنا چاہیے عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے۔''

⑫ عرفہ کے دن دعا قبول ہوتی ہے، حدیث میں ہے:

خیر الدعا یوم عرفة ۔

[ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ۲۲۹]

''یعنی بہترین دعا یوم عرفہ کی ہے۔''

⑬ ماہِ رمضان میں خصوصاً افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:''تین قسم کے لوگ ہیں جن کی دعا ردّ نہیں ہوتی۔ان میں سے ایک روزے دار ہے جو افطار کے وقت اپنے ربّ کے حضور دعا کرتا ہے۔''

⑭ بارش کے وقت بارش میں کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے۔ [ابو داؤد، مشکوٰۃ، ص: ٦٦]

⑮ ذکر الٰہی کے لیے مسلمان جمع ہوں تو یہ وقت قبولیت دعا کے لیے

سازگار ہے۔ [نزل الابرار]

دعا کے مقامات:

یہ مقام زیادہ تر وہ ہیں جن کا تعلق مناسک حج سے ہے۔

ا۔ بیت اللہ شریف یعنی اس کے قریب یا اس کے اندر، ۲۔ مسجد نبویؐ، ۳۔ بیت المقدس، ۴۔ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان ملتزم پر دعا قبول ہوتی ہے، ۵۔ جہاں سعی کی جاتی ہے، ٦۔ میدانِ عرفات میں، ۷۔ صفاء مروہ پر، ۸۔ مزدلفہ میں، ۹۔ پہلے دونوں جمرات کے پاس، ۱۰۔ منیٰ میں، ۱۱۔ میزاب کے نیچے، ۱۲۔ مقام ابراہیم کے پیچھے۔

مندرجہ ذیل افراد کی دعا اللہ قبول فرماتا ہے۔

مستجاب الدعوات افراد:

① مظلوم مضطر، یعنی مظلوم اور بے قرار پریشان حال بندے کی اللہ دعا قبول فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾

''کیا ہے کوئی جو بے قرار کی فریاد سنے جب کہ وہ اسے پکارے اور ہے کوئی جو اس کی تکلیف کو دور کردے۔'' [النمل: ٦٢]

یعنی یہ خصوصیت صرف اللہ ہی کی ہے۔

② باپ کی دعا بیٹے کے بارے میں

③ مسافر، حدیث میں ہے:

ثلاثة يستجاب: الوالد، المسافر، المظلوم.

[ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ١٩٥]

④ نیک اولاد کی دعا ماں باپ کے حق میں۔ [بزار]

⑤ روزے دار۔ ⑥ انصاف پسند حاکم کی دعا۔

[ابن حبان، ابن خزیمه]

⑦ مسلمان کی دعا اپنے غیر حاضر مسلمان بھائی کے حق میں۔ [ترمذی]۔ ⑧ گناہ سے توبہ کرنے والے کی دعا۔

⑨ آیت کریمہ ﴿ لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين ﴾ پڑھنے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

لـم يـدع بهـا رجـل مسـلـم فی شیء قط اِلا استجيب له۔

⑩ رات کو جاگنے والا اگر ''لا الا الـله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شیء قدير'' پڑھ کر دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

[بخاری، ترمذی، مشکوٰۃ، ص: ١٠٨]

دعا کے اثرات وثمرات:

دعا اگر بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو جائے، تو اس سے بڑھ کر سعادت اور خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے۔ یہ تو بڑا ہی اعلیٰ مقام ہے دعا بظاہر اگر قبول نہ بھی ہو، تب بھی اپنے ربّ سے اس بہانے مناجات اور سرگوشی کی جو نعمت حاصل ہوتی ہے، وہ کیا کچھ کم سعادت ہے۔

پھر اس دعا کے نتیجہ میں مومن بندے کو تسکین روح اور اطمینان قلب کی جو دولت حاصل ہوتی ہے اس کی برکتوں کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [الرعد: ٢٨]

''سنو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر ہی سے دل اطمینان وسکون سے ہمکنار ہوتے ہیں۔''

یہ وہ دولت ہے جس کے لیے بھرپور خزانوں والے سرمایہ دار اور وسیع اختیارات رکھنے والے ارباب اقتدار بھی ترستے ہیں۔ لیکن یہ نعمت ملتی اسی کو ہے جو ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور حب رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال ہو۔

ان خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے رمضان المبارک کے ثمرات وبرکات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مقدس ماہ کے تقاضوں کو کامل خلوص اور غیر فانی لگن کے ساتھ پورا کرتے ہوئے دنیا وآخرت کی سعادتوں اور شادمانیوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔

اللهم اجعلنا منهم، آمين۔

وآخر دعوانا ان الحمد لِلّٰهِ ربّ العالمين.



خطبہ جمعۃ المبارک

جامع مسجد السلام اہل حدیث گلشن فیض ہیڈ نو بہار ملتان میں ۲۴ ستمبر ۲۰۱۰ء کا خطبہ جمعۃ المبارک شیخ الحدیث مولانا محمد سرور شفیق صاحب آف پسرور امیر جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب ارشاد فرمائیں گے، ان شاء اللہ

[منجانب: شعبہ تبلیغ جماعت غرباء اہل حدیث ملتان۔ رابطہ نمبر: 0301-7578681]

ڈاکٹر عظیم الدین لکھوی کو خراجِ تحسین

ملک کی تاریخ کے ہولناک سیلاب سے دیگر حصوں کی طرح جام پور بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔ شہر کا پچھتر فیصد حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ متاثرین سیلاب کو طبی سہولیات فراہم کرنے کے لیے جناب ڈاکٹر عظیم الدین زاہد لکھوی صاحب ڈاکٹروں کی ٹیم کے ہمراہ جام پور پہنچے۔ گورنمنٹ ہائی سکول میں قائم ریلیف کیمپ میں ہزاروں مریضوں کا علاج کیا اور ادویات مفت فراہم کیں۔ علاوہ ازیں قرب و جوار کے متاثرہ قصبات کوٹلہ مغلاں، کوٹ بودلہ، کوٹلہ دیولن و دیگر مقامات پر پہنچ کر لوگوں کو علاج کی سہولتیں فراہم کرتے رہے۔ مرکز اہل حدیث میں بھی مریضوں کو چیک کرتے اور دوائیاں دیتے رہے۔ بعض اوقات کشتیوں کے ذریعے سیلاب زدہ علاقوں میں پہنچ کر عوام کو طبی سہولتیں فراہم کرتے رہے۔ اہلیانِ جام پور ڈاکٹر صاحب کی بہترین کارکردگی پر بے حد خوش اور مطمئن ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث جام پور کی طرف سے ہم جناب ڈاکٹر عظیم الدین صاحب زاہد کو حسن کارکردگی پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ [محمد یٰسین راہی مہتمم جامعہ محمدیہ اہل حدیث جام پور]

الاعتصام کے سالانہ زرِتعاون میں معمولی اضافہ

الحمدللہ ''الاعتصام'' نے ہمیشہ اپنے قارئین کی بروقت علمی رہنمائی کی ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اور مسلک اہل حدیث کی ترجمانی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دینے کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ موجودہ زور مہنگائی اور کاغذ کی گرانی کے سبب ادارہ الاعتصام کی مجلس عاملہ کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہفت روزہ الاعتصام کے سالانہ زرِتعاون میں ایک سو روپے کا اضافہ کیا جائے۔

ہمیں اپنے قارئین سے امید ہے کہ وہ اپنا سالانہ زرِتعاون مبلغ پانچ سو روپے ارسال فرمایا کریں گے۔ وی پی پی کے ذریعے مبلغ پانچ صد پینتیس روپے ہوں گے۔ یہ اضافہ اگست ۲۰۱۰ء سے کیا جا رہا ہے۔

[ادارہ ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور۔ 54000، فون: 042-37354406]

مولانا محمد خالد سیف کی والدہ کی وفات

فیصل آباد سے جناب محمد رمضان یوسف سلفی صاحب نے فون پر بتایا ہے کہ محترم مولانا محمد خالد سیف صاحب (اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد) کی والدہ محترمہ ۲۰/اگست ۲۰۱۰ء کو وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ بڑی صالحہ، شب زندہ دار اور ذکر اللہ سے زبان کو تر رکھنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ احبابِ جماعت دعا فرمائیں اللہ کریم مرحومہ کی مغفرت تامہ فرمائے، اعلیٰ علیین میں رکھے اور پس ماندگان خصوصاً ان کے بیٹے مولانا خالد سیف صاحب کو صبر جمیل عطا کرے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ادارہ الاعتصام مولانا خالد سیف صاحب سے ان کی والدہ محترمہ کی وفات پر تعزیت کناں ہے۔ [ادارہ]

جام پور میں سیلاب کی تباہ کاریاں

فوری تعاون کی خصوصی اپیل

احبابِ گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ملک کے دیگر حصوں کی طرح جام پور بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔ دریائے سندھ کے پانی کا بڑا ریلا شہر جام پور کے عین سامنے سے حفاظتی بند توڑتا ہوا آناً فاناً شہر میں داخل ہو گیا۔ اہلیانِ جام پور اپنے بچوں اور گھر والوں کو لے کر جدھر منہ آیا نکل پڑے۔ گھر، دکانیں اور جملہ اثاثے چھوڑ گئے جو سب تباہ و برباد ہو گئے۔ اس تحریر تک جام پور کا بڑا حصہ زیرِ آب ہے۔ اور چار سے آٹھ فٹ تک پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔

اپیل:

تمام مخیّر احباب کی خدمت میں پرزور اپیل ہے کہ مصیبت کی اس المناک گھڑی میں متاثرین سیلاب کی فوری اور بھرپور مالی مدد کریں۔ کھانے پینے کا سامان تو حکومت پنجاب اور مخیّر حضرات پہنچا رہے ہیں۔ جن کے مکان گر گئے ہیں اور اُن کے سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ ان کو سر چھپانے کے لیے سہارے کی اشد ضرورت ہے اس لیے اہل خیر مالی اعانت بھجوائیں تاکہ مستحق اور غریب و بے گھر افراد کی مالی مدد کی جاسکے۔

امید ہے مخیّر اور صاحب مال حضرات فوری توجہ فرمائیں گے۔

محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان۔ 0333-8556473

بذریعہ بینک: اکاؤنٹ نمبر 03-00166008-1107

حبیب بینک جام پور، بنام ادارہ تبلیغ اسلام۔ جام پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالحدیث الجامعۃ الکمالیۃ رجسٹرڈ راجووال

تعارف و کارکردگی رپورٹ 2010ء

بانی و سرپرست شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ

خصوصیات و امتیازات

اپنے بچوں کو حافظ قرآن، عالم دین اور گریجوائٹ بنائیں

- بہترین دینی تعلیم کے ساتھ میٹرک۔ایف۔اے اور بی۔اے تک معیاری عصری تعلیم بطور لازمی نصاب
- سال اول ہی سے درس قرآن وحدیث اور تقریر کی ٹریننگ
- انگلش، ریاضی، اردو، سائنس و دیگر دنیاوی مضامین کیلئے ایم۔اے، بی۔ایڈ کوالیفائیڈ اساتذہ
- نمازوں کی ہمہ وقت نگرانی اور انفرادی تربیت

کارکردگی 2010ء

- ☆ بیس (20) افراد پر مشتمل باتنخواہ عملہ شبانہ روز محنت کرتا رہا جن کی تنخواہیں ادارہ کی طرف سے ادا کی جاتی رہیں۔
- ☆ لاہور سے بہاولپور تک دور و نزدیک کے تقریباً دو صد (200) مسافر و غریب طلبہ زیر تعلیم رہے جن کا صبح و شام کا کھانا ادارہ کے ذمے تھا۔
- ☆ گیارہ (11) خوش نصیب طلبا نے اس سال حفظ قرآن مکمل کیا۔
- ☆ آٹھ (8) طلبا نے ادارہ کی طرف سے میٹرک کا امتحان دیا اور سب ہائی فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔
- ☆ نو (9) طلبہ نے وفاق کے تحت ثانویہ عامہ تجوید کا امتحان دیا۔
- ☆ آٹھ (8) طلبا نے ثانویہ خاصہ وفاق کا امتحان دیا۔
- ☆ بتیس (32) طلبا نے مختصر فہم سیرت کورس مکمل کیا۔
- ☆ پچیس (25) مقامی طالبات نے تفسیر قرآن مجید میں داخلہ لیا۔ کورس زیر تکمیل ہے۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات
- ☆ ان تمام کورسز میں شرکت کرنے والے طلبا میں ششماہی و سالانہ امتحان کے موقع پر تقریباً ایک لاکھ روپے کے انعامات تقسیم کیے گئے۔
- ☆ پونے دو لاکھ روپے کی خطیر رقم سے بانی جامعہ کی تازہ ترین تصنیف "تحفۃ الجمعہ" شائع کی گئی۔

داخلہ

- اعدادی کلاس میں اور شعبہ حفظ میں داخلہ رمضان المبارک کے فوری بعد شروع ہوگا اور محدود مدت تک جاری رہے گا۔
- شعبہ درس نظامی و اسلامیہ کالج میں داخلہ مڈل کے امتحانات کے فوری بعد شروع ہوگا۔

لاہور بورڈ سے میٹرک کا شاندار رزلٹ 2010ء

اس سال درس نظامی کی **الصف الرابع** نے میٹرک کا لاہور بورڈ کے تحت امتحان دیا اور سب طلبہ ہائی فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے اور ضلع قصور و اوکاڑہ میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
72324	حافظ عبدالرؤف	859
72328	حافظ عبدالرحمن	789
72315	حافظ عامر شہزاد	762
72317	حافظ احسن عظیم	762
72316	حافظ محمد اویس قرنی	753
72325	حافظ امانت اللہ ظہیر	697
72326	حافظ احسان الٰہی	691
72318	ابو سفیان مکی	680

برائے رابطہ: پروفیسر عبدالرحمٰن محسن بن شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف مہتمم دارالحدیث الجامعۃ الکمالیۃ راجووال ضلع اوکاڑہ 0300 6972721

حافظ عدیل اشرف 0300-8048860

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلان داخلہ

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بنگلہ بلوچاں) پھولنگر ضلع قصور

کے زیر اہتمام

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

الحمدللہ نو سال سے طلبہ کی تعلیم وتربیت کے ذریعے سے خدمت دین انجام دے رہا ہے۔ اور گذشتہ چار سال سے کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ کے زیر اہتمام طالبات کی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

داخلہ کے خواہش مند طلبہ وطالبات اپنے والدین اور متعلقہ اسانید کے ساتھ مدیر کلیہ سے رابطہ کریں۔

طلباء

داخلہ 08 شوال 1431ھ سے 18 شوال
18 ستمبر 2010م سے 28 ستمبر

شعبہ حفظ القرآن الکریم

شرائط داخلہ: مڈل پاس + ناظرہ قرآن مجید

شعبہ کتب (چھ سالہ تعلیمی کورس)

شرائط داخلہ: حفظ القرآن الکریم + مڈل پاس (ترجیحا میٹرک)

طالبات

داخلہ 16 شوال 1431ھ سے 23 شوال
26 ستمبر 2010م سے 03 اکتوبر

شعبہ حفظ القرآن الکریم

شرائط داخلہ: مڈل پاس + ناظرہ قرآن مجید

شعبہ کتب (ڈیڑھ سالہ تعلیمی کورس)

شرائط داخلہ:
1. حفظ القرآن الکریم + مڈل پاس
2. درس نظامی + مڈل پاس
3. ناظرۃ القرآن + میٹرک پاس



(۱) داخلہ ٹیسٹ اور انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا۔
(۲) داخلہ کیلئے نشستیں محدود ہیں۔ بروقت تشریف لاکر اپنا داخلہ یقینی بنائیں۔
(۳) طلبہ کیلئے حسب استعداد عصری تعلیم مع کمپیوٹر کا اہتمام کیا جائے گا۔

الداعی إلی الخیر
قاری صہیب احمد میر محمدی
مدیر کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ
موبائل: 0333-4296679
0300-4306893
0333-4358421
کلیہ البنات فون: 049-2013101